تعلموا العلم وعلموہ الناس

رسالہ

حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق

حالات مختصر حضرت امام الوقت بحر العلوم مولانا قیام الدین عبد الباری قدس سرہ

مؤلفہ

جناب مولانا مولوی محمد عنایت اللہ صاحب مد ظلہ العالی انصاری فرنگی محلی افسر مدرس مدرسہ عالیہ نظامیہ

باہتمام احقر الکونین سید محمد اشفاق حسین رضوی منیجر

اشاعۃ العلوم برقی پریس فرنگی محل لکھنؤ

قیمت فی جلد [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلونا اینا احسن عملاً والصلوۃ والسلام علی من اوتی الکتاب ولم یجعل لہ عوجاً وعلی آلہ وصحبہ الذین کانت لھم جنات الفردوس نزلاً ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیئی لنا من امرنا رشداً ولا تجعلنا فتنۃ للذین افتروا علی اللہ کذباً + بعد حمد وصلوۃ کے فقیر محمد عنایت اللہ غفرلہ اللہ ابن جناب مستطاب مولوی محمد شرافت اللہ انصاری یوبی نسباً فرنگی محلی لکھنوی وطناً قادری حنفی مشرباً گذارش کرتا ہے کہ تذکرۂ علمائے فرنگی محل لکھتے وقت میرا خیال تھا کہ حضرت امام الوقت بحر العلوم ملک العلما سیدی وسندی اخی ومرشدی مولائی واستاذی قیام الملۃ والدین مولانا حاجی حافظ محمد عبد الباری قدس اللہ سرہ العزیز کے حالات تذکرۂ مذکور مین مفصل لکھونگا۔ مگر بعد کو خیال ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کیے ہوے تین سال سے زائد کا زمانہ ہوگیا اور باوجود کثرت تلامذہ ومسترشدین کے ابتک کسی نے حضرت کا کوئی خاص تذکرہ مختصر ہو یا مطول تحریر نہین کیا اور جو سوانحعمری اشاعت العلوم کیطرف سے مرتب ہو رہی ہے اُسکی اشاعت مین بوجہ ابھی تاخیر ہے اسلیے مین نے علمائے فرنگی محل کے سلسلہ مین مولانا کے حالات مجملاً لکھکر اُس سے کسیقدر زائد تفصیل سے مولانا کے حالات اپنے اساتذہ کے طریقہ پر تذکرۂ علمائے فرنگی محل سے علیحدہ بطور رسالہ لکھے اور اپنے اساتذہ کی اتباع مین نام اسکا حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق رکھا زائد تفصیل کے لیے اشاعت العلوم کی مرتب کردہ سوانحعمری کا انتظار کرنا چاہیے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

نسب مولانا والدین کیطرف سے نسباً انصاری ایوبی تھے آپ کا سلسلہ نسب دونون جانب سے ملا قطب الدین شہید تک سات واسطون سے پہونچتا ہے اسطرح پر کہ مولانا عبد الباری بن مولانا عبد الوہاب بن مولانا عبد الرزاق بن مولانا جمال الدین بن ملک العلما

مولانا علاؤالدین بن مولانا انوارالحق بن مولانا احمد عبدالحق بن ملا سعید بن قطب شہید۔
اور آپ کی والدہ بنت عمدۃ العلما مولانا ظہور علی بن ملک العلما مولانا محمد حیدر بن ملا مبین
بن ملا محب اللہ بن مولانا احمد عبدالحق بن ملا سعید بن قطب شہید۔ مولانا کی دادی ملک العلما
ملا حیدر کی صاحبزادی تھیں اور پردادی مولانا عبدالوالی قدس سرہ کی ہمشیر یعنے مولانا
انوار صاحب کی نواسی تھیں اور نگردادی یعنے مولانا علاؤالدین کی زوجہ محترمہ بحرالعلوم کی
صاحبزادی تھیں اور مولانا علاؤالدین کی والدہ ملا رضا بن قطب شہید کی پوتی تھیں۔ مولانا کے
نانا مولوی ظہور علی کی والدہ بحرالعلوم کی نواسی اور مولانا انوار صاحب کی بھتیجی تھیں۔ اس
سلسلۂ نسب سے یہ ظاہر ہوگا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب حضرت مولانا انوارالحق
اور ملک العلما مولانا بحرالعلوم اور ملک العلما مولانا حیدر مین سے ہر ایک بزرگ کی جانب
دونون طرف سے پہونچتا ہے۔ (ملا قطب الدین شہید کا سلسلۂ نسب تذکرۂ علمائے فرنگی محل مین دیکھو)

ولادت

مولانا کی ولادت باسعادت ۱۰ ربیع الثانی یوم یکشنبہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۴ اپریل
۱۸۷۸ء کو غالبا بوقت شب ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے بعض تحریرونمین تاریخ
ولادت ۱۱ ربیع الثانی مکتوب ہے۔ جائے ولادت فرنگی محل مین محلسرائے ملا حیدر کے مشرقی
ڈیرہ کا جنوبی کمرہ ہے جو اب تک موجود ہے اور اسمین ہمیشہ عظیم الہند گاندھی جی قیام کرتے تھے
حسب معمول ساتوین دن عقیقہ ہوا اور جد امجد نے قیام الدین محمد عبدالباری اسم گرامی تجویز کیا۔

ایام رضاعت

چند دن آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش فرمایا اسکے بعد والدہ
صاحبہ کی علالت اور کمزوری کے سبب سے مختلف ۱۹۔ اناؤن کا
دودھ نوش فرمایا زیادہ تر حسبرانا کا دودھ نوش فرمایا تھا وہ ۱۳۴۵ھ تک حیات تھین
اور مولانا کی وفات کے بعد اُنکا انتقال ہوا۔ مولانا اُنکی نہایت قدر و منزلت فرماتے تھے
اور ایکمرتبہ اُنکی علالت پر اُنسے ملنے کیلیے کانپور تشریف لیگئے تھے۔ مولانا کو اپنی ایام رضاعت کے
بعض واقعات یاد تھے اور اُنکا تذکرہ بھی اکثر فرماتے تھے۔

تعلیم و تربیت

چوتھے سال کے ختم پر رسم تسمیہ خوانی ادا ہوئی اور جد امجد نے تسمیہ خوانی
کرائی۔ قرآن شریف اپنے والد ماجد کے استاد حافظ جعفر علی کے داماد

حافظ حاتم علی صاحب سے حفظ کرنا شروع کیا۔ باوجودیکہ نہایت ذہین اور ذکی تھے مگر چونکہ آپ
اپنی والدہ کے محبوب ترین فرزند تھے اسلیے نہایت ناز و نعم سے آپ کی پرورش ہوتی تھی
استاد آپ کو کبھی مارنے نہین پاتے تھے۔ جب دل چاہتا پڑھتے اور جب دل نہ چاہتا لاکھ
استاد خوشامد کرتے نہ پڑھتے۔ مہینون سبق نہو سکتا۔ اسکا نتیجہ یہ تھا کہ سنہ ۱۳۰۰ھ تک آپ
قرآن شریف یاد نہ کر سکے۔ جد امجد رحمۃ اللہ علیہ کی تاکید تھی کہ دونون پوتے صبح کا کھانا
آپکے ساتھ کھایا کرین۔ کھانے پر پوتون کی تعلیم و تربیت کے واسطے عموماً جد امجد احادیث
اور قصص اولیاء اللہ ذکر فرمایا کرتے کبھی کبھی دونون پوتون سے مزاح بھی فرماتے اکثر مولانا
رحمۃ اللہ علیہ کی جانب اشارہ کرکے فرماتے کہ میرا یہ پوتا انشاء اللہ بڑا بانکا عالم ہوگا۔
اسی زمانہ مین مولانا سخت ہیضہ مین مبتلا ہوگئے اور ڈاکٹرون اور اطبا نے جواب دیدیا۔
آخر مین جد امجد نے آپ کی والدہ کے بیحد اصرار پر فرمایا کہ دہی پلاؤ اُسکے پلاتے ہی پیشاب
ہوا اور خدا تعالےٰ نے حضرت کی برکت سے صحت کامل عطا فرمائی۔ ایک مرتبہ آشوب چشم کی
سخت شکایت ہوگئی اور آپ کی رشتہ کی دادی نے مصری اور ناریل کھانے کو بتایا اُس سے
اللہ تعالےٰ نے مہینون کے آشوب چشم سے نجات دی ان بیماریون کے سلسلونمین تعلیم
بالکل موقوف رہی جب والد ماجد نے ملاحظہ فرمایا کہ کئی سال مین قرآن شریف صرف
ساتوین پارہ تک ہوا ہے تو مجبوراً حافظ حاتم علی صاحب کو موقوف کرکے حافظ وارث علی صاحب
ساکن پار حسنگنج کو مقرر کیا مگر اُنسے بھی برسونمین صرف پندرھوین پارہ تک پڑھا۔ اسکے بعد
جب آپکے جد امجد کا وصال ہوگیا اور آپکے والدین مع اہل و عیال حرمین گئے تب پھر
تعلیم موقوف ہوگئی سفر حج سے واپسی کے بعد مولانا کو خود اپنے قرآن شریف تک نہ ختم
ہونے پر شرمندگی ہوئی اور حافظ عبدالوہاب نبیرہ نواب ظہیر الدولہ ساکن سرائے معالیخان
سے (جو حافظ وارث علی صاحب کو علیحدہ کرکے سنہ ۱۳۰۰ھ مین تعلیم کیلیے مقرر کیے گئے تھے)
آپنے قرآن شریف نئے سرے سے حفظ کرنا شروع کیا اور سنہ ۱۳۰۳ھ سے لیکر سنہ ۱۳۰۵ھ مین ختم
کردیا۔ اس دوران مین فارسی کی ابتدائی کتابون و حساب کے ابتدائی قواعد کی تحصیل مختلف لوگونسے
کرتے رہے۔ اسکے بعد سے عربی کی مستقل تعلیم شروع ہوئی۔ متوسطات تک تمام کتب

جناب مولانا عبد الباقی صاحب قبلہ مدظلہ سے پڑھے البتہ درمیان مین جب مولانا عبد الباقی صاحب حج کو تشریف لیگئے تو میبذی قطبی مع حاشیۂ میر نفحۃ الیمن اقلیدس عربی خلاصۃ الحساب اور تفسیر جلالین مولوی غلام احمد پنجابی سے پڑھی۔ مطولات مین منطق فلسفہ وہیئت و اسطرلاب کی کتابوں کے علاوہ دیگر تمام کتب درسیہ بھی مولانا عبد الباقی صاحب قبلہ ہی پڑھے بلکہ کتب منطق میں سے ملاحسن و میرزاہد رسالہ بھی مولانا موصوف ہی سے پڑھا۔ منطق (ملاحسن و میرزاہد رسالہ کے علاوہ) اور فلسفہ اور ہیئت و اسطرلاب کی تمام درسی کتابیں مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور مسلم اور خیالی اور میرزاہد امور عامہ اور ہدایہ اخیرین اور صحیح بخاری مکرر بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ ۱۳۱۶ھ میں مولانا نے درس ختم فرمایا اور اسی سال آپکے استاذ مولانا عبد الباقی مدظلہ نے آپ کو اجازۂ حدیث (مفصلاً) عطا فرمایا۔

دوران تعلیم مین ذکاوت و ذہانت

مولانا بچپن ہی سے نہایت ذکی اور ذہین قوی الحس عقل و فراست سے آراستہ تھے۔ تعلیم کے دوران مین کبھی بھی مطالعہ دیکھکر سبق نہین پڑھتے اور نہ کبھی پڑھکر دوبارہ سبق ملاحظہ فرماتے خود فرماتے تھے کہ میرا مطالعہ بس اسیقدر رہتا کہ گھر سے جسوقت سبق پڑھنے چلتا تو مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کی قیامگاہ تک (کمرہ واقع پشت مسجد ملامبین) کتاب دیکھتا جاتا اور اگر کبھی راستہ مین کوئی شخص ملجاتا اور مجھ سے باتین کرنے لگتا تو اسکا بھی موقع نہ ملتا۔ مین خیال کیا کرتا کہ پڑھنے کی کتاب دیکھنے سے کیا حاصل ہے کیونکہ وہ تو استاد بتا ہی دینگے۔ باوجود اسکے ہمیشہ اپنے استادونکی نظرونمین سابق ہی رہا اور کبھی بھی ایسا نہین ہوا کہ میرے استاد نے کوئی بات دریافت کی ہو اور مین جواب نہ دیسکا ہون ہمیشہ سبق پڑھنے ہی سے مجھ کو سبق یاد ہوجاتا تھا۔ انتہی۔ علاوہ پڑھنے کے بھی ہر امر مین مولانا کی فراست و ذکاوت ظاہر ہوتی تھی۔ نہایت صغرسنی مین حیدرآباد تشریف لیگئے تھے وہان کی زبان کے تمام نئے الفاظ ایک جگہ جمع کرکے یاد کرلیے تھے۔ آپکے نانا مولوی نور الصدیق صاحب نے پوچھا کہ بابو میان حیدرآباد میں تم نے کیا دیکھا آپنے وہ سب الفاظ سنادیے وہ متحیر رہگئے اور مولانا کو

گلے سے لگالیا۔ ابتدائے تعلیم سے اپنے اور اپنے احباب کے روزمرہ کے بعض واقعات نظم کر لیتے تھے جسکا کچھ حصہ مجھکو ابتک یاد ہے۔ زمان تعلیم مین الفیہ صغرے کبرے تہذیب بلغ ری حفظ کر لی تھی۔ ۲۰۵ تک پہاڑے یاد تھے حساب کے متعلق اپنی ایجاد سے نئے قواعد آسانی حفظ کے واسطے بنائے تھے۔

شوق علمی

ابتدائے تحصیل علم سے مولانا کو علمی شوق و ذوق کچھ بہت زائد نہ تھا۔ مگر اپنے والد کے سفر حج سے پلٹنے کے بعد اسمین بہت زیادہ ترقی ہوگئی تھی سبقی کتاب (جیساکہ اوپر مذکور رہوا) کبھی نہین ملاحظہ فرماتے تھے مگر کتب بینی کا اسقدر شوق تھا کہ شب کو ۲-۳ بجے تک اور دن کے اسباق سے فرصت کے وقت مین کتابین ہی ملاحظہ فرمایا کرتے مولانا نے اپنے زمانۂ طالب علمی مین ایک پلنگ نما تخت لکڑی کا بنوایا تھا اُسپر (بلا بچھونے کے) ایک چمڑہ کا چھوٹا تکیہ نہایت سخت سر کے نیچے رکھکر لیٹتے اور پاس روشنی رکھکر کتاب ملاحظہ فرمانا شروع کرتے یہانتک کہ کتاب سینے ہی پر رکھکر سوجاتے جسوقت آنکھ کھلتی پھر کتاب ملاحظہ فرمانے لگتے۔ مولانا کے کتب خانہ مین (جو مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ کے بعد اُسوقت سب سے بڑا کتب خانہ تھا) کوئی کتاب ایسی نہین ہے جسپر مولانا کے دیکھے ہوے ہونیکی علامت اور اکثر دن پر فوائد نہ بنے ہون۔ ابتدائے تحصیل سے لیکر ختم تک کبھی مولانا نے سبق ناغہ نہین فرمایا۔ زمانہ تحصیل مین اپنی سسرال کاکوری سے فجر کے وقت شرکت سبق کیلیے روزانہ آتے اور ایسے وقت پہونچتے کہ ابھی لوگ نماز فجر سے فارغ نہوے ہوتے جسدن آپ کی محبوبہ بیوی کا انتقال ہوا تو باوجود سخت محزون و متصدم ہونے کے آپ دفن سے فراغت پاکر فوراً ہی استاذ معظم (مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت مین کتاب لیکر حسب معمول حاضر ہوے مگر شفیق استاد فضائل و ثواب صبر بیان فرماتے رہے اور سبق موقوف رکھا۔ استاذ الوقت کا قاعدہ تھا کہ شرکاے درس مین سے جاہے کوئی دیر کرکے حاضر ہوتا بغیر اُسکے انتظار کے سبق شروع کرادیتے لیکن اگر اتفاقاً مولانا کو دیر ہوجاتی تو استاد انتظار فرماتے اور آدمی بلانے کے واسطے بھیجتے۔ مولانا کے اسباق مین گو شرکا کثیر ہوتے مگر قاری ایکدن مولانا ہوتے اور ایکدن مولانا عبد الشکور صاحب جو مولانا کے

اکثر ہمدرس رہے ہین۔ مولانا کو ہیئت سے بہت زیادہ دلچسپی تھی اور صرف سے بہت کم مناسبت تھی۔

کتب تصوّف کی تعلیم اور بیعت

مولانا نے کتب تصوف معمولہ اپنے والد ماجد سے پڑھے اور مثنوی شریف جناب مولانا عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ ابتدائے سن مین مولانا نے اپنے جد امجد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی جد امجد قدس سرہ نے صغرسنی کیوجہ سے بجائے گنا ہونسے توبہ کرانے کے شرارتون سے توبہ کرائی تھی جو نہایت جامع لفظ ہے۔ اور بیعت کے ساتھ ہی پیر و مرشد نے جمیع سلاسل کی اجازت ارشاد بھی مرحمت فرمادی تھی۔ ختم کتب کے بعد والد ماجد سے تجدید بیعت و اجازت حاصل ہوئی۔ اوراد و اشغال معمولہ کی تعلیم والد ماجد ہی سے پائی سنہ ۱۳۲۰ھ مین حاضری بغداد شریف کے موقع پر حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقیب الاشراف گیلانی زادہ اور حضرت پیر مصطفٰے صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیلانی زادہ کلید بردار روضۂ قادریہ سے سلسلۂ قادری مین اجازت مرحمت ہوئی موخر الذکر بزرگ نے یہ کہکر اجازت مرحمت فرمائی کہ حضرت غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حسب الحکم اجازت دیتا ہون۔

اجازہ حدیث

مولانا کو اجازت حدیث سب کے پہلے اپنے جد امجد سے صغرسنی مین حاصل ہوئی اسکے بعد سنہ ۱۳۰۱ھ مین سفر حج کے موقعہ پر حضرت سید علی ظاہر وتری محدث مدینہ منورہ اور شیخ امین رضوان سے اجازت حدیث اور شیخ الدلائل محمد بن علی باشلی سے اجازت دلائل الخیرات حاصل ہوئی۔ حضرت سید علی ظاہر رحمۃ اللہ علیہ نے جو سند آپ کے والد ماجد کو عطا فرمائی تھی اُسی مین مولانا اور مولانا کے بڑے بھائی کو بھی ضمناً اجازت دی تھی مولانا کے والد ماجد نے محدث موصوف سے عرض کیا کہ میرے اس لڑکے نے تو ابھی قرآن شریف بھی ختم نہین کیا ہے محدث موصوف نے ارشاد فرمایا کہ مین نے تفاؤلاً اسیطرح انکو اجازت دی ہے جسطرح (مشہور ہے) کہ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ سنہ ۱۳۱۰ھ مین ختم کتب کے بعد جناب مولانا عبدالباقی صاحب نے سید علی ظاہر رحمۃ اللہ علیہ کو ختم کتب کی اطلاع کی سید موصوف نے مولانا کو مفصل اجازہ حدیث لکھکر بھیجا۔ سنہ ۱۳۲۰ھ مین

حج کے بعد مولانا مدینہ منورہ مین سات ماہ حاضر رہے اور کتب احادیث وادب حضرت سید علی ظاہر وتری رحمۃ اللہ علیہ سے سبقاً سبقاً پڑھے جسکے بعد مولانا کو دوسری مرتبہ سے زائد مفصل اجازہ (مسلسلات وغیرہ کا بھی) محدث موصوف نے مرحمت فرمایا۔ اسی سفر مین مولانا کو سید امین رضوان سید احمد برزنجی حضرت پیر سید عبدالرحمٰن نقیب الاشراف گیلانی زادہ سے بھی اجازت حدیث حاصل ہوئی انکے علاوہ مولانا کو حسب ذیل شیوخ سے بھی اجازت حدیث ملی تھی۔ مولانا کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا عبدالرؤف صاحب (مولانا کے بڑے بھائی) مولانا نورالحسنین صاحب بن ملک العلما ملا حیدر (مولانا کی والدہ کے چچا اور والد ماجد کے ماموں) مولانا عبدالباقی صاحب مدظلہ العالی آپکے نامور استاد اور بہنوئی) شیخ فالح مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ المکی مدرس حرم شریف۔ شیخ احمد بن محمد بن احمد الحضراوی المکی۔ ان سب حضرات کا مجملاً ذکر الباقیات الصالحات مین بھی ہے اور حسرۃ المعرشدین مین سید علی ظاہر کا پہلا اور دوسرا اجازہ مذکور ہے۔

تدریس

مولانا نے اپنے تحصیل ہی کے زمانہ سے سلسلہ تدریس جاری فرما دیا تھا جو اسقدر بڑھگیا تھا کہ اٹھارہ اور بیس سباق تک روزانہ ہوتے تھے۔ ہملوگ انکے اسباق اُس زمانے مین سب کے پہلے ہوے۔ ختم درس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ حج کی واپسی کے بعد اور بھی تدریس مین اوقات زائد صرف فرماتے صبح سے ۱۱ بجے تک اور سہپہر اور اکثر شب کو اسباق ہوتے۔ مدرسہ نظامیہ قائم ہونے کے بعد مدت العمر مدرسہ کے متعلقہ اسباق کے علاوہ ہم لوگون کے اسباق اور کتب احادیث کے اسباق پڑھاتے جو فجر کے بعد اور شب کو ہوتے۔ آخر مین سوائے اسباق مدرسہ کے معقولات کا درس موقوف فرما دیا تھا اور بیرونی اسباق مین صرف حدیث و قرآن کا درس دیتے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کیلیے قرآن کا درس دینا شروع کیا تھا۔ جو پانچ پارہ تک غالبا

ؑ سید علی ظاہر اور سید امین رضوان اور سید احمد برزنجی اور علامہ توفیق طرابلسی و سید عبدالقادر گیلانی عموی زادہ اور اپنے والد ماجد اور عم محترم سے جناب قطب میان صاحب نے کاہی اجازت عام حدیث کی اور سلاسل کی حاصل ہوئی ۱۲ عنایت

ہوا تھا۔ اولاً جمعرات اور جمعہ کو اور بعد کو صرف جمعہ کو اولاً باغ مولانا انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ مین اور بعد کو گھر پر مثنوی شریف کا درس ہوتا۔ باغ کے درس مین ہم سب بھی شریک تھے۔ جب سے درجہ حدیث مولانا نے قائم فرمایا تھا علاوہ دیگر کتب حدیث کے شرح معانی الآثار اور جامع لمسانید کا اور دیگر کتب امام محمد اور علامہ طحاوی کا درس بھی دیتے۔

تلامذہ

مولانا نے اپنے بزرگون کے معمول کے مطابق کبھی بھی تلامذہ کی فہرست نہین تحریر فرمائی اور نہ سب کے اسما مولانا کو یا ہم مین سے کسیکو یاد ہین باوجود کوشش کے بھی مکمل فہرست کیا ادھوری فہرست بھی تیار نہین کر سکتا ہون۔ میرے تحصیل کے زمانہ مین جو لوگ میرے ساتھ پڑھتے تھے اُنھین کے کل اسما مجھکو یاد نہین دوسرونکا کیا ذکر مجموعی تعداد ان حضرات کی (علاوہ مدرسہ نظامیہ مین پڑھے ہونگے) کسیطرح دو تین سو سے کم نہوگی اس تعداد مین اُن لوگون کا شمار نہین ہے جنھون نے صرف چند روز مولانا سے پڑھا ہے۔ بہرحال جن حضرات کے اسما مجھکو یاد ہین مین تحریر کرتا ہون۔ فقیر محمد عنایت اللہ۔ مولوی سلامت اللہ صاحب۔ مولوی محمد بقا صاحب۔ مولوی محمد قائم صاحب۔ مولوی برکت اللہ مرحوم مولوی محمد عظیم عرف مولوی محمد بشیر صاحب۔ مولوی ممتاز الحق مرحوم۔ مولوی امتیاز الحق صاحب۔ مولوی صبغت اللہ صاحب۔ جناب قطب میانصاحب قبلہ۔ مولوی عبد القادر صاحب۔ مولوی عزت اللہ صاحب۔ مولوی محمد ایوب صاحب۔ مولوی محمد یونس مرحوم۔ مولوی محمد ادریس صاحب۔ مولوی محمد شفیع حجت اللہ صاحب۔ مولوی حیات اللہ صاحب۔ مولوی حکیم معراج الحق صاحب۔ مولوی محمد مقیم صاحب۔ چاند بادشاہ صاحب۔ میان جانی صاحب۔ مولوی نور الرحمن عرف محمد میان صاحب (مذکورۂ بالا حضرات فرنگی محل کے ہین) مولوی کریم حسین مرحوم مولوی نصیر الدین مرحوم مولوی شیخ الطاف الرحمن صاحب۔ مولوی حافظ محمد بشیر مرحوم مندیادی مولوی رضی الدین صاحب فتحپوری۔ حکیم مولوی احمد علی مرحوم لکھنوی۔ مولوی سید محمد صاحب از خاندان اجتہاد لکھنوی۔ خواجہ شریف الدین مرحوم لکھنوی۔ مولوی احمد حسین لکھنوی مرحوم خواجہ نجم الدین لکھنوی مرحوم۔ مولوی حکیم سید ہدایت الحسن مرحوم موہانی۔ مولوی محمد عیسے صاحب الہ آبادی (خلیفۂ خاص مولانا اشرف علیصاحب) مولوی محکم الدین صاحب سے

مولوی حکیم شمس الاسلام دہلوی۔ مولوی اشرف اللہ مرحوم افغانی۔ مولوی غلام محمد پشاوری۔ مولوی عبدالرحمن پشاوری۔ سیٹھ مانک جی نوروزجی۔ شیخ مسعود الزمان صاحب بیرسٹر باندہ۔ مولوی شمس الزمان اسلام آبادی مرحوم (پسر مولانا منیر الزمان اسلام آبادی) مولوی سید محمد افغانی۔ مولوی ابوبکر دمنی۔ مولوی شریف محی الدین مدراسی۔ مولوی سید حمایت الحسن صاحب موہانی۔ مولوی سید وقایت الحسن مرحوم موہانی۔ مولوی سید منیب الحسن صاحب موہانی۔ مولوی سعید الحسن مرحوم موہانی۔ مولوی حکیم عزیز الدین صاحب موہانی۔ مولوی حکیم خواجہ شمس الدین صاحب میونسپل کمشنر لکھنؤ۔ مولوی حکیم محمد ولی صاحب منڈیانوی۔ مولوی حکیم سید ذاکر علیصاحب شاہ آبادی مولوی خواجہ محمد الیاس صاحب لکھنوی۔ مولوی شیخ التفات الرحمن مرحوم بڑاگانوی۔ مولوی حکیم خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب لکھنوی۔ مولوی حکیم سید ظہیر احمد صاحب سیتاپوری۔ مولوی شمس الدین احمد خانصاحب نامی۔ مولوی حکیم سید بشیر احمد صاحب لکھنوی۔ مولوی سید شاہ محی الدین اشرف صاحب کچھوچھوی۔ مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی۔ مولوی محمد صدیق صاحب غازیپوری مولوی حکیم عبدالمقتدر صاحب شاہجہانپوری۔ مولوی حسیم الدین مرحوم بنگالی۔ مولوی حکیم مسعود علیصاحب میرٹھی۔ مولوی محمد یوسف صاحب فیض آبادی۔ مولوی محمد سلمان غازیپوری مولوی چودھری عظیم الدین اشرف صاحب آنریری مجسٹریٹ پیپار ضلع بارہ بنکی۔ مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب بلیاوی۔ مولوی افتخار عالم صاحب بہرائچی۔ مولوی احمد حبیب خانصاحب ملیح آبادی۔ مولوی مبین الدین صاحب مونگیری۔ مولوی نصیر احمد صاحب مونگیری۔ مولوی خواجہ لطیف الدین صاحب لکھنوی۔ مولوی صمصام علیصاحب لکھنوی۔ مولوی وسیم الحق صاحب غازیپوری۔ مولوی عبدالحمید صاحب مدرس مدرسہ ڈھاکہ بنگالی۔ مولوی شیخ عبدالباری بنگالی مولوی مصباح اللہ صاحب افغانی۔ مولوی غلام جیلانی صاحب اعظمگڈھی۔ مولوی خواجہ حمید الرحمن صاحب لکھنوی۔ مولوی اقبال احمد الہ آبادی۔ مولوی قمر الدین کاکوروی۔ مولوی عطا حسین مرحوم کچھوچھوی۔ مولوی محمد یوسف سولوی۔ مولوی ساجد حسین وحکیم زاہد حسین سترکھی مولوی حکیم محمد احمد صاحب کاکوروی۔ مولوی حکیم محمد امین صاحب دریابادی۔ عابد علی صاحب (پسر مولانا شوکت علیصاحب) مولوی وجیہ اللہ غازیپوری۔ مولوی محفوظ الرحمن اعظم گڈھی۔

مولوی محمد عبد الحمید بنارسی۔ مولوی حکیم خواجہ محمد حبیب رضا لکھنوی۔ مولوی محمد عتیق اٹاوی مرحوم۔ میان سید نورالحسن صاحب اجمیر شریف۔ سید حامد علیصاحب اجمیر شریف۔ میان سید عبدالباری صاحب وسید اعجاز علیصاحب اجمیر شریف میان سید محمد احمد صاحب اجمیر شریف جناب میان حسین رضا الہ آبادی۔ شاہ واثق الیقین صاحب سجادہ نشین کرسی۔ شاہ فخر عالم صاحب دربھنگوی۔ میان شاہ حیات احمد صاحب قبلہ زیب سجادہ رودولی شریف۔ میان شاہ سعید الحسن صاحب بانسہ شریف وکیل گلبرگہ۔ جناب میان سجاد حسین صاحب بانسہ شریف تحصیلدار پربھنی۔ جو لوگ درس قرآن شریف مین شریک تھے اُنکے اسماے گرامی حسب ذیل ہین۔ شیخ احسان الرحمٰن صاحب قدوائی بیرسٹر۔ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر۔ خواجہ یوسف علیصاحب بی۔اے۔ال۔ال۔بی۔ منشی ظفرالحسن صاحب بی۔اے۔ال۔ال۔بی۔ جناب سید جالب صاحب دہلوی مشہور اڈیٹر اخبارات خواجہ یونس علیصاحب سررشتہ دار محکمہ بندوبست۔

خدمت علم علاوہ کتب بینی تدریس و تالیف کتب کے مولانا مدت العمر خدمت علم مین منہمک رہے علیگڈھ یونیورسٹی سے گو عام طور پر اُسوقت تک علما اور خاصکر علماے فرنگی محل کو اختلاف تھا مگر مولانا نے دلیرانہ اُسکے جانب قدم بڑھایا اور یونیورسٹی کی عام تحریک مین سر آغاخان کی تحریک پر پانچسو روپیہ کا چندہ مرحمت فرمایا اور اسکے بعد ہی نواب وقار الملک بہادر مرحوم سے خط وکتابت کرکے اپنے زیر اثر طلبہ کو وہان بھجوایا (یہ خط وکتابت بصورت رسالہ شائع ہوچکی ہے) باوجودیکہ دارالعلوم ندوۃ العلما سے علماے فرنگی محل اور دیگر علما بوجوہ علٰحدہ ہوچکے تھے مگر مولانا اُسکے رکن انتظامی منتخب ہوے اور ہمیشہ دامے درمے۔ سخنے۔ قدمے۔ دارالعلوم کی مدد فرماتے رہے۔ ندوہ کے سالانہ جلسہ ۱۳۲۳ھ مین مولانا خود بھی مجلس استقبالی کے رکن بنے اور ہم سب کو رکن بنوایا اور تحصیل چندہ مین کوشش فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند مین خود تشریف لیگئے اور وہان کے علما سے مبادلۂ خیالات کیا۔ دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف اور دیگر مدارس اسلامیہ مین بھی شرکت فرمائی۔ علما کی اقتدار و وقار وعزت کو تعلیم یافتوں مین قائم کرنا مولانا ہی کا کارنامہ ہے۔

مدرسہ عالیہ نظامیہ مولانا نے فرنگی محل میں علمی تنزل کو ملاحظہ فرماکر ایک مدرسہ قواعد اصول

جدیدہ کے ساتھ محلہ مین جاری فرمانے کا قصد کیا اپنے اعزا و احباب سے مشورہ فرماکر اسکو عملی جامہ پہنانے کا حتمی قصد فرمایا۔ اور ۹ رجمادی الاولی ۱۳۲۳ھ کو استاذ الہند کی وفات شریف کے دن صاحبزادہ والا تبار مخدوم و محترم حضرت میان سید خورشید احمد نبیرۂ حضرت سید السادات بانسوی رحمۃ اللہ علیہما سے بموجودگی حضرت استاذ الاساتذہ مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ افتتاح کرایا اور تبرکاً مین نے حضرت استاذ الاساتذہ سے حدیث "انما الاعمال بالنیات" مشکوٰۃ شریف سے پڑھی۔ جبتک مولانا نے امور سیاسیہ کیطرف انہماک نہین فرمایا مولانا کا مرکز توجہ یہ مدرسہ رہا۔ مولانا نے اس مدرسہ کے نصاب تعلیمی مین حساب الجبرا۔ جامیٹری جغرافیہ داخل کرکے اسکی تحصیل ہر طالب علم کے واسطے لازمی کردی تھی۔ اور انگریزی بھی اوپر کی جماعت مین داخل تھی ۱۳۲۹ھ سے مولانا نے اس مدرسہ مین مولانا اور مولوی کی سند دینے کا قاعدہ رائج فرمایا۔ اور اسکا نصاب جزئی طور پر کبھی کبھی مختلف طرز پر حسب ضرورت بدلتے بھی رہتے تھے۔ یہ مدرسہ خدا کے فضل و کرم سے اسوقت تک جاری ہی اور اعلیحضرت شہریار دکن اور اعلیحضرت فرمانروائے رامپور اور عالیجناب راجہ صاحب نانپارہ بالقابہ کیجانب سے گرانقدر امداد مدرسہ کو مل رہی ہے۔ اس مدرسہ کا فیض ہی کہ موجودہ دور کے تمام علما (میرے بعد والے) اسی مدرسہ کے تعلیمیافتہ ہین اور میرے بعد فرنگی محل مین جو بھی فارغ التحصیل ہے وہ اسی مدرسہ کا سندیافتہ ہے۔

مولانا کے تصانیف

مولانا کو طالب علمی کے زمانہ سے بلکہ اس سے بھی پہلے تالیف و تصنیف کا انتہائی ذوق تھا۔ جبتک علمی مشغلہ نہین تھا مثنوی اور غزلین تالیف فرماتے تھے جب سے علمی ذوق ہوا علمی کتب تالیف فرمانے لگے۔ زمانہ طالب علمی سے لیکر ۲ر رجب ۱۳۴۴ھ یوم علالت تک مشکل سے کوئی دن ایسا گذرا ہوگا کہ جسمین کچھ نہ کچھ وقت تالیف پر نہ صرف فرمایا ہو۔ اوائل زمانہ کے بہت سے تالیفات حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہوگئے بہت سی تالیفین ایسی ہین کہ مولانا نے اپنے تلامذہ کو بعض ضرورتون پر دیدی تھین مین نے بہت کوشش کی کہ مولانا کے مولفات کی مکمل فہرست تیار کرلون مگر افسوس کہ تلامذہ کی فہرست کیطرح اسمین بھی مجھے ناکامی ہوئی۔ بہرحال جو فہرست مین نے تیار کی ہے وہ

حسب ذیل ہے اسمین یادداشتون اور مضامین کے مجموعے شامل نہین ہین جنکی آٹھ جلدین مکمل موجود ہین۔ نیز مولانا کے مجموعات فتاوے دو جلدون مین اسکے علاوہ ہین۔

علم صرف۔ تحفۃ الاخوان، ہدیۃ الخلان۔ المنتخب۔ سلسلۃ الذہب۔ تسہیل الصرف۔ جامع الفوائد۔ ارتقاء الشرف۔ شرح ہدایۃ الصرف۔ شرح فصول اکبری۔ مقدمۃ الصرف۔

علم نحو۔ نور الصباح شرح المصباح۔ ہدیۃ الطلبہ۔ شرح ہدایۃ النحو۔ حاشیۃ الفیہ۔

حکمت۔ تحفۃ الاصحاب۔ عین الصواب۔ حاشیۃ النافعہ علی طفرۃ الزاویہ۔ رسالہ فی الہیئۃ القدیمۃ والجدیدہ

منطق۔ اعتصام الاذہان۔ شرحان لایساغوجی۔ تقریب الاذہان۔

فقہ۔ الانصاف فی الاوقاف۔ الدرر الفاخرہ للذریۃ الطاہرہ۔ العمل المغفور۔ رحمۃ الغفور۔ خیر الزاد لسفر المعاد۔ الفیض الرحمانی۔ قرۃ العین۔ حیات اولی الالباب۔ الخطر۔ رسالہ فی تحقیق الجزیہ۔ احقاق السماع۔ احسن القربات۔ رجم الشیطان۔ غایۃ المامول۔ القول المؤید کشف الحال۔ طعن السنان۔ التعلیق المختار۔ رسالہ فی مسائل الطہارۃ۔ ذب الطاعنین۔ خیر الدعاء الحرز المصنون۔ رحمۃ الامۃ۔ صرع الجان۔ فتاوے قیام الملۃ والدین۔ تعلیق الازہار۔ التبیان المسلم فی ترجمۃ الکلام المبرم فی نقض الکلام المحکم۔ العمل الماجور بترجمۃ المیرور فی رد القول المنصور۔ الحج المغفور بترجمۃ السعی المشکور فی رد المذہب الماثور۔ محاسن جمیلہ (مشہور بحسن جمیلہ) صوت الایمان رسائل متعلق ذبیحہ بقر۔ الاصلاح۔

فرائض۔ کتاب الفرائض۔ حاشیہ سراجیہ موسوم بہ انوار السراج۔ الانہار فی توریث الاماء والاصہار۔

کلام۔ غایۃ الکلام۔ زبدۃ الفرائد۔ کتاب العقائد۔ سائنس و کلام۔

اصول فقہ۔ تلہم الملکوت شرح مسلم الثبوت۔ نہایۃ الانکشاف فی درایۃ الاختلاف۔ اعجاز الابصار شرح المنار۔

حدیث۔ الآثار المحمدیہ۔ الآثار المتصلہ۔ الدرۃ الباہرہ فی الاحادیث المتواترہ۔ شفاء الصدور راحۃ الفواد۔ الارشاد فی الاسناد۔ الباقیات الصالحات۔ الہیاکل المعنویہ علی الشمائل النبویہ اربعین حدیث (۳ عدد) آثار الامامۃ۔ الاربعین الزاجرہ فی الحوادث الحاضرہ۔ المذہب المؤید بما ذہب الیہ احمد۔ ہدیۃ الطلبہ بصلۃ ابن ابی شیبہ، الذب عن ابی حنیفہ بما طعن بہ ابن قتیبہ۔

تفسیر۔ فیض القادر تفسیر آیۃ الغافر۔ بیان القرآن۔ تفسیر الطاف الرحمن۔

سیرۃ۔ تنویر الصحیفہ۔ شہادت الحسین۔ تنشیط المحبین۔ رسالہ فی الوفاۃ۔ رسالہ فی المعراج۔ مختصر تاریخ اصول التاریخ۔ الآثار الاول۔ تحفۃ الاخلا۔ جلاء الابصار۔ الھدیۃ المنیفیہ۔ الرحلۃ الواقیہ۔ الرحلۃ الحجازیہ۔ حسبۃ المسترشد لوصال المرشد۔ عرس حضرت بانسہ۔ ملفوظ حضرت سید السادات۔ مقدمۃ التعلیق المختار علی کتاب الآثار۔ تسہیل المنہج فی اسماء رجال کتاب الحج۔ مقدمہ حاشیہ سیر صغیر و سیر کبیر۔

تصوف و سلوک۔ افضل الشمائل۔ سبیل الارشاد۔ رسالۃ النصیحۃ۔ رسالۃ التوبۃ۔ نظم الفرائد۔ محاسن یوسفی۔ حاشیہ فصوص الحکم۔ رسالہ اذکار و اشغال۔

ادب۔ حاشیہ حماسہ۔ شرح قصیدہ بردہ۔

ان تالیفات کے علاوہ مختلف کتب درسیہ پر حواشی بھی ہین جیسے حاشیۂ شرح سلم قاضی۔ حاشیۂ میر زاہد رسالہ۔ حاشیہ علی حاشیۂ غلام یحیٰی۔ حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ۔ حاشیۂ علی الشمس البازغہ۔ حاشیۂ نور الانوار۔ حاشیہ اصول البزودی۔ حاشیہ شرح مشکوٰۃ۔ اور رسالہ سائنس و کلام مذکورہ کی چونتیس ۳۴ جلدین ہین اور انمین سے صرف ایک جلد کا حصہ اول شایع ہوا ہے۔ مولانا کی اپنے تالیفات مین ایک عجیب بات تھی جسکی وجہ سے مولانا کی تالیفات مین کتابت کی بیشمار غلطیان ہوجاتی تھین مولانا باوجود پختگی خط کے خوشخط نہ تھے اور نہایت تیزی سے شکست تحریر فرماتے تھے۔ اور کاتب کو یہی مسودہ کاپی کرنے کیلیے مرحمت فرمادیتے تھے اور کبھی بھی (الا ماشاء اللہ) صحت خود نہین فرماتے تھے اور نہ پروف ملاحظہ فرماتے تھے۔ صحت کرنیوالے اکثر خود بھی کیف ما اتفق مسودہ پڑھکر صحت کرتے تھے۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ غلطیان باقی رہجاتی تھین۔

سیاسیات یہ واقعہ ہے کہ مولانا کو بچپنے سے سیاست سے بہت دلچسپی تھی ایام طفلی مین جو کھیل کھیلتے اُس سے بھی سیاست سے دلچسپی ظاہر ہوتی خود بادشاہ بنتے اور اپنے ساتھیون مین کسی کو وزیر اور کسی کو قاضی اور کو توال بناتے فوج قائم کرتے اور کسی ملک پر حملہ کرنے کی تجویز کرتے۔ جب اس قسم کے کھیلون کا زمانہ نہین رہا اور ہوشمندی کا زمانہ آیا تو سیاست سے دلچسپی زائد ہوگئی۔ اوائل عمر مین میرے منجھلے بھائی کو پڑھانے کے واسطے بنگال (کملہ) کے رہنے والے ایک صاحب جنکا نام اصغر علی تھا مقرر ہوئے تھے میری مکان مین مقیم تھے یہ صاحب بی آئی ڈی کے

ایک لائق افسر تھے اور لکھنؤ صرف عربی اور فارسی سیکھنے کے واسطے آئے تھے اور جناب مولانا عبدالباقی صاحب اور جناب خواجہ عزیزالدین صاحب خاقانی ہند سے فارسی پڑھتے تھے مولانا سے اور انسے بہت زائد روابط ہوگئے تھے اور غالباً مولانا نے اُنسے کچھ انگریزی بھی پڑھی تھی۔ باوجود سی آئی ڈی مین ہونیکے ماسٹر اصغر علیصاحب کے خیالات آزادی اور حب اسلامی پر مبنی تھے۔ مولانا کو سیاسی معلومات مین اُنسے بہت زائد مدد ملی (یہ ماسٹر صاحب بعد کو قسطنطنیہ مین سفارت انگریزی مین ایک معزز عہدہ پر مقرر ہوگئے اور تھوڑے دن کے بعد اُنھون نے گورنمنٹ برطانیہ سے اپنا سلسلہ منقطع کرلیا اور گورنمنٹ عثمانیہ مین بڑے عہدہ پر مقرر ہوگئے بعد کو مرحوم انور پاشا کی جماعت مین شامل ہوگئے اور انقلاب کے بعد انکے عہدہ مین اور ترقی ہوگئی مولانا سے انسے ہمیشہ خط وکتابت رہی۔ جنگ بلقان کے بعد ماسٹر صاحب ہندوستان آئے تھے اور مولانا کے کئی دن مہمان رہے اسکے بعد پھر ترکی واپس گئے اور غالباً اب اُنکی وفات ہوگئی ہے۔ انھین کے ذریعہ سے مولانا اور شریف حسین سے اولاً غائبانہ تعارف ہوا۔ اسکے بعد ۱۳۲۹ھ کے سفرحج مین بالمشافہہ ملاقات ہوئی جس سے مولانا کے تعلقات شریف صاحب سے بہت زائد دوستانہ ہوگئے)۔ اسی زمانہ مین جنگ یونان و روم مین ترکونکو فتح حاصل ہوئی اور ہندوستان مین اسکی مسرت و شادمانی مین جلسے ہونے لگے تو لکھنؤ مین بھی ایک جلسہ کے انعقاد کی تجویز ہوئی اور اسکے انتظام کے لیے ایک انتظامی کمیٹی بنائی گئی اور مولانا کے بڑے بھائی (مولانا عبدالرؤف صاحب) اسکے صدر اور مولانا اسکے رکن منتخب ہوئے گورنمنٹ کی پالیسی حسب معمول ترکونکے سخت مخالف تھی اُسنے ایسے جلسونکو نہایت ناپسند کیا اور علانیہ اُنمین دراندازی شروع کی لکھنؤ کے حکام نے بھی اپنا مرکز توجہ اس کمیٹی کو بنالیا اور اس کے ارکان کی نگرانی شروع ہوئی۔ مولانا اپنے کام مین پوری طرح پر منہمک ہوگئے اور باوجود سخت دراندازیونکے مسرت فتح کا جلسہ نہایت زور شور سے رفاہ عام مین منعقد ہوا۔ اسکے بعد سے جسقدر مولانا مین مذہبیت کا رنگ غالب ہوتا رہا اُسیقدر سیاست مذہبی سے دلچسپی اور ملکی سیاست سے بے تعلقی بڑھتی گئی۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد سے چونکہ مولانا کا مرکز توجہ مدرسہ عالیہ نظامیہ رہا اور کوئی سیاسی مذہبی کام بھی درپیش نہین تھا اسواسطے مولانا عملاً سیاسیات سے

بالکل علیحدہ رہے۔ ۱۳۲۹ھ مین جب جنگ طرابلس پیش آئی اور غاصب اٹلی نے بلاوجہ طرابلس پر حملہ کردیا تو ہندوستان کے مسلمانون مین سخت ہیجان پیدا ہوگیا اور تمام ہندوستان مین اٹلی کے برخلاف جلسے کیے گئے مولانا اس موقعہ پر دوبارہ حج کیلیے حجاز گئے ہوے تھے ان جلسون مین یا اسکے چندہ مین مولانا شرکت نہین فرماسکے مولانا کے بھتیجے قطب میان صاحب نے اپنے چچا کی قائم مقامی مین باوجود کمسنی کے پورے انہماک سے شرکت کی۔

جنگ بلقان

سفر حج سے واپسی کے تھوڑے زمانہ بعد ۱۳۳۰ھ مین جنگ بلقان پیش آگئی اور نمک حرام یونان اور بلغاریہ سرویہ مانٹیگرو نے بلا کسی وجہ کے یورپین طاقتون کے اشارے سے ترکون پر حملہ کردیا سب سے پہلے مولانا نے سیاسیات مذہبی مین اسی جنگ کے دوران مین شرکت فرمائی۔ ہندوستان بھر مین ترکون کی ہمدردی مین جلسے ہوے اور ہلال احمر کے نام سے زخمی ترکون کی امداد کیلیے کمیٹیان قائم ہوئین۔ مولانا نے نہایت سرگرمی سے اسمین حصہ لیا اور فرنگی محل کی مشہور انجمن مؤید الاسلام کو (جسکے بانی مولانا کے والد ماجد اور مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ تھے) از سر نو زندہ کرکے اُسکے ذریعہ سے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور خود اور اپنے محبوب بھائی مولانا سلامت اللہ صاحب اور طلباے مدرسہ کو تمام اودھ مین تحصیل چندہ کیلیے مقرر فرمایا۔ علاوہ انجمن ہلال احمر کے مؤید الاسلام کے ذریعہ سے تقریباً سینتالیس ہزار روپیہ جمع کراکر ترکون کی امداد کیلیے بھیجا۔ مختلف اوقات مین مولانا نے امداد اور یورپین طاقتون کے طرز عمل کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنے کے واسطے جلسے بھی منعقد کیے اور اُنکے ذریعہ سے (غالباً سب سے پہلے) ایسے رزولیوشن پاس کراکر گورنمنٹ برطانیہ کو بھیجے گئے جنکا مقصد یہ تھا کہ اگر گورنمنٹ برطانیہ نے ترکون کے (انور پاشا کے) آخری فتوحات مین کوئی دراندازی کی اور اسکو تمھ اور بشپ آف کنٹربری کے غیر دانشمندانہ رویہ کی تائید کی تو مسلمانون کی وفاداری سے اُسکو ہاتھ دھونا پڑیگا۔ یہ امر خاصکر بیان کردینے کے قابل ہے کہ اول سے آخر حیات تک مولانا نے جسقدر بھی پبلک کام کیے اُسمین ہملوگ ہمیشہ مولانا کے تبعیت مین مولانا کے انہماک کے مطابق شریک کار رہے ہے خاصکر مولانا سلامت اللہ صاحب نے تو اسقدر زیادہ کام کیا ہے کہ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ وہ مولانا کے ہمیشہ دست راست

اور قوت بازو رہے۔

جنگ طرابلس کے دوران میں کئی مرتبہ غدار اٹلی نے روضۂ اطہر اور خانہ کعبہ پر بذریعہ

خدام کعبہ ہوائی جہازون کے بمباری کرنے کی دھمکی دی تھی اور گو اُسکا عملی اظہار وہ نہ کر سکا تاہم ہندوستان کے مسلمانون کو اس سے کافی تشویش پیدا ہو گئی تھی۔ ایک طرف مولانا کو اور دوسری طرف علی برادران اور شیخ مشیر حسین قدوائی وغیرہم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب ضرورت ہے کہ حفاظت حرمین کا بار صرف ترکون ہی پر نہ ڈالا جائے بلکہ حسب استطاعت تمام عالم اسلامی کو اس اہم فرض کیجانب توجہ کرنا چاہیے۔ جنگ بلقان کے واقعات اور خاصکر بشپ آف کنٹربری کی اسلام سوز تقریر نے مسلمانون کی تشویش کو اور ترقی دیدی ۱۹۱۳ء مین مسلم لیگ کا جلسہ لکھنؤ مین ہونیوالا تھا اور اسی کے سلسلہ مین انجمن ہلال احمر اور مسلم یونیورسٹی کمیٹی کے بھی جلسے ہونیوالے تھے جسمین تمام سربرآوردہ اسلامی لیڈرون کی شرکت کی توقع تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ تم بحیثیت مجلس اصلاح کے سکریٹری کے مولانا محمد علی کو (جو اسوقت تک مسٹر محمد علی آکسن کہلاتے تھے) دعوت دو کہ وہ بیرون ہند کے اسلامی مفاد کے واسطے اگر کوئی جلسہ لکھنؤ کے قیام کے دوران مین کرنا چاہین تو مجلس اصلاح اسمین پوری مدد کرنے کو تیار ہے (مجلس اصلاح فرنگی محل کے نوجوانون کی ایک سیاسی مجلس تھی جسکا مین سکریٹری تھا) مسٹر محمد علی نے جواب دیا کہ وہ لکھنؤ آکر ہملوگون سے ملاقات کرینگے دسمبر مین مسٹر محمد علی مع اپنے بھائی مسٹر شوکت علی کے لکھنؤ آئے اور غالباً ۱۳ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو سہ پہر کے وقت یہ دونون بھائی شیخ مشیر حسین قدوائی کی معیت مین پہلی مرتبہ فرنگی محل مین آئے اور حضرت مولانا انوار الحق قدس سرہ کے کمرہ (بڑا کمرہ جو فرنگی محل کے اندرونی پھاٹک پر واقع ہے) جہان اس زمانہ مین مولانا آرام فرمایا کرتے تھے باہم مشورہ ہوا اور انجمن خدام کعبہ کی بنیاد اُسیدن پڑی تھوڑا زمانہ ابتدائی مراحل طے کرنے مین صرف ہوا اور موتی محل کی مشہور کوٹھی مین (جہان اس زمانہ مین مسٹر مشیر حسین صاحب کا قیام تھا) متعدد مشاورتی جلسے دستور العمل پر غور کرنے کیلیے منعقد ہوئے۔ بالآخر ۱۹۱۳ء مین بعد ظہر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مردانہ مکان واقع فرنگی محل کے تہ خانہ مین انجمن خدام کعبہ

باضابطہ قائم کیگئی اور مولانا اُسکے خادم الخدام (صدر) اور مولانا شوکت علی اور شیخ مشیر حسین قدوائی معتمد مقرر ہوے اور علاوہ میرے جناب مولوی سلامت اللہ صاحب مولوی الطاف الرحمٰن صاحب مولوی محمد قائم صاحب مولوی نصیر الدین مرحوم ڈاکٹر ناظر الدین صاحب علی برادران شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی جناب قطب میانصاحب اُسیدن انجمن کے ممبر ہوے۔ اسکے بعد مولانا تقریبًا ہر مہینہ مین ایک مرتبہ اور بعض دفعہ دو مرتبہ خدام کعبہ کے کامون کے سلسلے مین دہلی تشریف لیجاتے اور ملک کے مختلف مقامات کے دورہ بھی فرماتے۔ بدایون اور بریلی اور دیوبند بھی اسی کے سلسلہ مین تشریف لیگئے اور وہان کے علماسے مشورہ کیے۔ ابھی خدام کعبہ کے قدم بھی پوری طرح جمنے نہین پائے تھے کہ حکام وقت نے اسکے وجود کو مشتبہ نظرون سے دیکھنا شروع کیا اور اسکو پان اسلامزم کی تحریک کی بنا قرار دی حکام کے دلون سے خیالات فاسدہ دور کرنیکی جدوجہد ہورہی تھی کہ جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی لندن جاچکے تھے علی برادران (مولانا محمد علی شوکت علی) نظربند کرکے لیسڈوُن بھیجدیے گئے۔ خدام کعبہ کا کام کچھ دنون دہلی مین ہوتا رہا۔ مگر اب گورنمنٹ کی توجہ بہت سختی سے دفتر اور ممبران خدام کعبہ کیطرف ہوگئی اور اسکے بعد بعض مصلحتون کی وجہ سے یہی مناسب معلوم ہوا کہ دفتر سردست بند کردیا جائے۔

مسجد کانپور

جنگ بلقان ابھی ختم نہین ہوئی تھی کہ ۱۳۳۱ھ مین ہندوستان مین ایک نیا فتنہ مسجد مچھلی بازار کانپور کا پیش آیا۔ اس مسجد کے متعلق ایک حصہ حکام وقت نے کھود کر سڑک (مسٹن روڈ) مین ملادیا۔ مسلمانون کو اس سے بہت تکلیف ہوئی اسکے خلاف مظاہرے کیے گئے اور تمام ہندوستان مین احتجاجی جلسے ہوے۔ حکام سے اس حصہ کو چھوڑ دینے کی پُرزور اپیلین اور درخواستین کیگئین مگر ٹائیلر کانپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور برن چیف سکریٹری اور مسٹن لفٹنٹ گورنر کے اتحاد ثلاثہ نے مسلمانون کی عرضداشت پر غور کرنا مناسب نہین سمجھا۔ لکھنؤ مین قیصر باغ کی سفید بارہ دری مین مسٹر غلام نبی اللہ بیرسٹر کی صدارت مین مسجد کے حالات پر غور کرنے کے واسطے ایک جلسہ ۲۹ رشعبان کو ہونیوالا تھا۔ جلسہ شروع ہونیسے ۱۵ منٹ قبل اطلاع ہوئی کہ ٹائیلر نے کانپور مین عظیم الشان

مسلمانون کے اجتماع پر نہایت بے دردی سے گولیون کی بوچھار کرائی اور بعض مسلمان جب مسجد
مین جاکر چھپے تو وہان پر بھی ان نہتون پر گولیان چلانے مین دریغ نہین کیا گیا اور گورکھے
یا سکھون نے مسجد مین مسلمانونکو شہید کیا۔ (خون کے نشانات باوجود دھلوا دیے جانیکے
مہینہ بھر کے بعد بھی صاف نظر آتے تھے) اس خبر نے جلسے مین ایک تلاطم پیدا کر دیا اور
مسلمانان مقررین نے نہایت اندوہناک تقریرین کین اور غالبًا اول مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ
علیہ نے سیاسیات پر پبلک پلیٹ فارم سے ایک نہایت پرجوش اور جذبات سے بھری
ہوئی تقریر کی۔ اب تمام ہندوستان کے مسلمانونمین سخت ہیجان پیدا ہو گیا۔ ٹائیلر اینڈ کو
نے اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ کانپور کے اکثر پرجوش مسلمانون اور اُنکے لیڈرون کو اور
مولانا آزاد سبحانی کو گرفتار کر کے حوالات مین ڈالدیا۔ اور اُنپر مقدمہ چلانے کی فکرین ہونے
لگین۔ ہندوستان کے مسلم سربرآوردہ لیڈرون نے مقامی حالات کا معائنہ کر کے
معاملات کو اپنے ہاتھ مین لے لیا اور مسٹر مظہر الحق بانکی پور کے مشہور قومی کارکن اور بیرسٹر
نے کانپور مین قیام کر کے مسلمانون کیجانب سے پیروی مقدمہ کا تمام بار اپنے اوپر لے لیا
اور اُنکے ساتھ بہت سے دوسرے مسلمان بیرسٹر مدد کو پہونچگئے۔ آنریبل سر مہاراجہ صاحب
محمودآباد نے اپنی پوری توجہ اسکے تدارک کیجانب مبذول فرمائی اور ایک وفد مرتب ہوا
جسمین دیگر اعیان ملک کے ساتھ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مہاراجہ صاحب ممدوح نے
باصرار شریک کیا۔ یہ وفد لفٹنٹ گورنر کی حسب معمول ہٹ اور ضد کیوجہ سے ناکام رہا
اب مہاراجہ بہادر نے شملہ پر کوشش شروع کی اور اُسوقت کے وائسرائے اور بقول مولوی
صبغت اللہ سلمہ کے انگلینڈ کا واحد شریف انگریز لارڈ ہارڈنگ نے بھی اس فتنہ کو کسی نہ
کسیطرح دبا دینا چاہا۔ مہاراجہ صاحب برابر مولانا سے اسکے تدارک کے متعلق مشورہ کرتے
رہتے اور مولانا شرعی نکتہ نگاہ کے موافق اسکا تدارک چاہتے تھے۔ غرضکہ مہاراجہ صاحب
بہادر اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی طویل کوششون کا نتیجہ ظاہر ہوا اس عرصہ مین مہاراجہ
صاحب کئی مرتبہ شملہ تشریف لیگئے اور وہان سے واپس آکر برابر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ
سے مشورہ کرتے رہتے اور پھر واپس تشریف لیجاتے ستمبر مین مہاراجہ بہادر نے تمام امور

عـہ دوران طبع مین ۱۲/ شعبان ۱۳۴۸ھ کو موصوف نے بعارضۂ فالج انتقال کیا۔ ۱۲

اُنھی شرعی مشورہ کی بنا پر جو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے موصوف نے کیے تھے طے کر لیے اور اسلیے باوجود شدت گرما کے شملہ سے ایکدن کیلیے کانپور آئے اور مسجد کو آ کر دیکھا اور مسلمانون کے حسب مرضی جملہ امور طے کر دیئے اور گرفتارون کی رہائی کا اعلان کر دیا گو اُس اعلان کے برخلاف تھوڑا تغیر حکام صوبہ نے پھر بھی کر دیا تاہم بہت کچھ تدارک ہو گیا اسکے بعد سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمامتر توجہ سیاسیات مذہبی کیجانب ہو گئی۔

جنگ عظیم اور اُسکے مابعد

ہکو یہان پر اُن اندرونی اسباب و علل پر بحث کرنے کی ضرورت نہین جنکے باعث جنگ عظیم پیش آئی مگر بظاہر آسٹریا کے ولیعہد کے قتل پر جو ایک سرویہ کے باشندہ کے ہاتھ سے واقع ہوا تھا یہ جنگ شروع ہوئی تھی مگر ایک ہی ماہ کے اندر سرویہ کیطرف سے روس انگلینڈ فرانس اور آسٹریا کیطرف سے جرمنی شریک جنگ ہو گئے اور اسکے بعد بلجیم کو بھی مجبوراً شریک جنگ ہونا پڑا تقریباً تین ماہ کے بعد سیاستدانون کو یہ صاف نظر آنے لگا کہ عنقریب ترکی بھی مجبور ہو جائیگا کہ کسی نہ کسی طرف سے شریک جنگ ہو اور وہ غالباً اپنے مصالح پر نظر کر کے جرمنی کا ساتھ دے۔ اس سے ایک طرف ہندوستان کے مسلمانون کو سخت تشویش ہوئی کہ کہین ایسا نہو کہ مقامات مقدسہ حلقہ جنگ مین شامل کر لیے جائین جسکے بعد علاوہ دوسرے مصائب کے حج بھی نہو سکیگا۔ دوسری طرف گورنمنٹ کو خیال ہوا کہ یقیناً اسکے بعد مشکلات مین اضافہ ہوگا۔ لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور اُنکے ساتھیون کو اسکے علاوہ تیسری اہم فکر تھی مولانا کو خیال تھا کہ کہین ایسا نہو کہ ترکون نے اور ممکن ہے کہ جرمنی کے ارباب سیاست نے مسلمانونکے گذشتہ ہمدردیون سے یہ خیال نہ کیا ہو کہ اگر ترک برطانیہ کے خلاف شریک جنگ ہو گئے تو غالباً ہندوستان کے مسلمان ہندوستان مین غدر کر دینگے اور کم از کم ہندوستان کے مسلمان کوئی امداد تو برطانیہ کی نکرینگے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ خوب جانتے تھے کہ ایک طرف تو ہندوستان کا وفادار طبقہ جاہل مسلمانونکو ہر طرح برطانیہ کی امداد پر آمادہ کریگا دوسری طرف سونے اور چاندی کے دریاؤن کی روانی اور ظلم و جور کی فراوانی کمزور مسلمانونکو مجبور کر دیگی۔ مولانا اسی فکر مین ستھے کہ حکام لکھنؤ کے اشارے سے

بعض وفادار آمادہ ہوے کہ ایک جلسہ کیا جائے جسمین گورنمنٹ کے ساتھ اظہار وفاداری و جنگ مین اعانت کا اطمینان دلایا جائے۔ لکھنؤ کے تمام علما اور اعیان ملت اسپر راضی ہوگئے مولانا کو کمشنر نے بلاکر اسمین شرکت پر آمادہ کیا بہت رد و قدح کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس جلسے مین تین شرطون سے شرکت پر آمادہ ہوے۔ اول تو گورنمنٹ کیجانب سے اعلان کردیا جائے کہ ہر صورت مین (چاہے کچھ بھی ہو) مقامات متبرکہ حلقۂ جنگ سے باہر رہینگے دوسرے اس جلسہ مین یہ رزولیوشن منظور کیا جائے کہ ترکون سے مسلمانان لکھنؤ استدعا کرتے ہین کہ وہ حتے الامکان شریک جنگ نہون اور اگر انھون نے شرکت جنگ برطانیہ کے خلاف کی تو مسلمان پریشانیون مین مبتلا ہو جائینگے اور ترکون کی کوئی مدد نہ کرسکینگے۔ تیسرے یہ کہ رزولیوشن پر کوئی تقریر نہو بلکہ محرک اور موید رزولیوشن پیش کردین اور اسپر رائے لیجائے۔ حکام نے اسکو منظور کیا اور گورنمنٹ نے مقامات مقدسہ کو جدہ کے بندرگاہ سمیت حلقۂ جنگ سے علیحدہ رہنے کا اعلان شائع کردیا مگر دنیا جانتی ہے کہ اُسپر کسقدر عمل کیا گیا اور لائڈ جارج اور اسکو بھتہ کی اقتدار پرستی کی خواہشون نے کسقدر مسلمانون کے دلونکو چکناچور کردیا۔ جلسہ ہوا حضرت استاذ نے خود بھی سلطان المعظم کو اسی مضمون کا تار دیا۔ مگر ترکون نے اپنے مصالح سے مجبور ہوکر ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ مین اعلان جنگ کردیا اور جرمنی کے شریک ہوگئے اب وفادار مسلمانون نے ترکون سے بیزاری کا اظہار شروع کردیا اور اس امر کی کوشش شروع ہوئی کہ علما سے ترکون کی مدد نہ کرنے کے متعلق فتاوے حاصل کیے جائین۔ ایک صاحب حکام کی جانب سے اس خدمت پر مقرر ہوے اور انھون نے بعض علما سے اسی مضمون کے فتوے حاصل بھی کرلیے۔ مولانا کے پاس بھی ایک صاحب نے اور ایک خفیہ پولیس کے آدمی نے اس استفتے کو جواب کیلیے بھیجا اور یہ بھی اسکے ساتھ لکھ بھیجا کہ یہ فتوے اوپر سے (حکام سے) دستخط کیلیے آیا ہے مولانا ممدوح نے فتوے لکھنے سے انکار کردیا اور حکم شرعی لکھکر ان صاحب کو بھیجدیا۔ یہ خط مع اسکے پورے جواب کے اخبار ہمدرد مین شائع بھی ہوگیا۔ اب حکام سخت تشویش مین مبتلا ہوگئے۔ دوسری طرف بھائی محمد علی نے نہایت قابلانہ مشہور مضمون چوائس آف دی ٹرکس یعنے ترکون کی پسند کامریڈ مین لکھا جسمین برطانیہ کی ترکونکے خلاف

گزشتہ تمام افعال کو دکھا کر ثابت کیا گیا تھا کہ اسکے بعد ترکون کو سوائے جرمنی کے ساتھ شرکت کے کوئی چارہ کار ہی نہ تھا اس مضمون نے حکام کے خرمن صبر مین آگ لگا دی اور مولانا محمد علی شوکت علی دونون نظر بند کر کے سنہ مین لینسڈون بھیجدیے گئے۔ اب مولانا نے کوشش شروع کی کہ کہین ایسا نہو کہ ہندوستان کے مسلمان ترکون کے خلاف کوئی امر نا مشروع نہ کر گذرین۔ اسکے متعلق مضامین لکھے اور علماء سے خط و کتابت کی یہ بھی کوشش کرتے رہے کہ علی برادران کسیطرح نظر بندی سے رہا کر دیے جائین۔

شریف مکہ کی بغاوت

جنگ کو کچھ ہی زمانہ ہوا تھا کہ شریف مکہ نے ترکون سے علیحدگی کر کے اُنسے مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ مولانا نے اپنی پوری کوشش اس امر کے متعلق صرف کی کہ کسیطرح واقعات کی رو پلٹ جائے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ مولانا کو باوجود ترکون کے ساتھ انتہائی ہمدردی کے شریف کے ساتھ اپنے انصاری ہونے کیوجہ سے انتہائی شغف محبت تھا۔ باوجود اسکے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی عمل سے بھی شریف حسین کی مدد نہین کی اور ہمیشہ دشمنان اسلام کی مخالفت مین پوری توجہ و کوشش مبذول رکھی

مجلس مؤید الاسلام کا وزیر ہند کے پاس وفد

اس اثنا مین سابق وزیر ہند یعنے انگلینڈ کا مدبر اور نہایت عقلمند اور ہوشیار نیز ہندوستانیون کا ایک تنہا شریف الخیال شخص مسٹر مانٹیگو ہندوستانیون کی تالیف قلوب کیلیے سفر کر کے نہایت خطرہ کی حالت مین ہندوستان آیا اور اُسنے ہندوستانیونکو اصلاحات ملکی کی ایک قسط دینا چاہی۔ اور اسکے متعلق تمام فرقون اور قومون سے خواہش کیگئی کہ وہ اپنے اپنے مطالبات وزیر ہند کے رو برو پیش کرین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خیال ہوا کہ اگر مسلمانون کو قضاۃ کے تقرر کے اختیارات اور دیگر ایسی سہولتین حاصل ہو جاتین جنسے امور شرعیہ مین مسلمانون کو آسانی ہو جاتی تو نہایت بہتر تھا مولانا نے مجلس مؤید الاسلام کی جانب سے تمام علماے ہند کو دعوت دی کہ وہ لکھنؤ آکر اسپر غور کرین مجھکو بعض اہم امور پر مشورہ کرنے کیلیے مولانا محمد علی اور شوکت علی کے پاس بھیجا جو اب لینسڈون سے چھندواڑہ ملک متوسط مین تبدیل کر دیے گئے تھے۔ مین مہینہ بھر کے عرصہ مین

دوسرتبہ مولانا محمد علی کے پاس چھند واڑہ گیا اور آیا۔ لکھنؤ مین علما اور اعیان ملک کا جلسہ منعقد ہوا اور گو بعض حضرات کو اسکے متعلق اختلاف ہوا مگر علما کی کثیر التعداد رایوں سے ایک وفد جانا تجویز ہوا جسمین خود باوجود اصرار مولانا شریک نہین ہوے مگر فرنگی محل سے مولانا عبد العزیز اور مولانا سلامت اللہ صاحب شریک ہوے۔ اور مولانا ولایت حسین صاحب الہ آبادی۔ اور مولانا حامد رضا خانصاحب بریلوی اور مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی اور مولانا آقا حسن صاحب مجتہد لکھنوی اور مولانا ثناء اللہ صاحب شریک ہوے اور بمقام دہلی یہ وفد وزیر ہند کے روبرو باریاب ہوا اور اپنے مطالبات پیش کر دیے۔ ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب بیرسٹر (حال ناظر یار جنگ جج حیدر آباد ہائیکورٹ) اس وفد کے ترجمان تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف رہائی محمد علی صاحب کی نظر بندی کے بعد سے جبتک وہ حیدر آباد مین چلے گئے ہر امر مین مولانا کے مشیر کار تھے اور تمام امور مین حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ موصوف ہی کی رایون پر بھروسہ کرتے تھے۔ علما کا یہ پہلا قدم تھا جو میدان سیاست مین اُنھون نے رکھا تھا اور اب مولانا نے یہ ضرورت محسوس کی کہ ضرورت ہے کہ علما کو سیاسیات مذہبی سے علٰحدہ نہ رہنا چاہیے باہم مشورے ہوے کہ ایک انجمن علما کی بنائی جاے۔ مگر ابھی یہ تحریک تکمیل کو نہ پہونچی تھی کہ مولانا کو دوسرے امور کیجانب متوجہ ہونا پڑا۔

علی برادران کی رہائی کی کوشش

عظیم الہند گاندھی جی نے ظاہر کیا کہ وہ تیار ہین کہ علی برادران کو نظربندی سے رہائی کی کوشش کرین بشرطیکہ مسلمانون مین سے چند ہستیان بھی اسپر آمادہ ہون اُسوقت کے حالات کو دیکھتے ہوے سوائے مسٹر شعیب قریشی اور دو تین اُنکے ساتھیون کے کوئی انتہائی کوشش کرنے پر آمادہ نظر نہ آیا مسٹر شعیب قریشی نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا مولانا کو مناسب معلوم ہوا کہ بالمشافہہ گاندھی جی سے اسپر گفتگو کرین خط وکتابت سے دہلی مین ملاقات کرنا تجویز ہوا۔ مولانا مجھکو اور بعض خاص متبعین کو ساتھ لیکر ستمبر مین دہلی تشریف لیگئے۔ اور گاندھی جی سے گفتگو کے بعد مولانا نے خود بنفس نفیس اپنے کو اور ہلوگون کو پیش کیا کہ یہ ہر طرح پر اس کوشش مین آپکے ساتھ رہینگے گاندھی جی نے کہا کہ اولاً مین وایسرائے سے اس مسئلہ پر گفتگو کرلون اگر

وہان سے مایوس کن جواب ملا تو پھر کوشش شروع کرونگا۔ اُسی دن گاندھی جی لارڈ چیمسفورڈ سے ملے جو شریف ہارڈنگ کے بعد ویسرائے مقرر ہوکر آئے تھے۔ مسٹر مانٹیگو بھی اسوقت تک دہلی مین مقیم تھے گاندھی جی نے واپس آکر بیان کیا کہ وائسرائے اسوقت بہت پریشان ہین وزیر ہند انگلستان روانہ ہورہے ہین جرمنی کا آخری حملہ شروع ہوگیا ہے جسنے دول متحدہ مین سخت اضطراب و بےچینی پیدا کردی ہے وائسرائے نے اطمینان کے بعد گفتگو کرنے کا وعدہ کیا ہے ہملوگ سب لکھنؤ واپس آئے۔ اسکے بعد قدرت کی نیرنگیون سے جنگ عظیم کا جو نتیجہ ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ فاتحون سے گفتگوے صلح شروع کیگئی اور اسمین مجبور ترکی پر جسقدر ظلم وستم کیا جاسکتا تھا وہ کیا گیا اور لائڈ جارج وزیر اعظم حکومت انگلشیہ نے ترکونکو مٹادینے مین جو کوشش ہوسکتی تھی اُسمین دریغ نہین کیا۔ اب مسلمانان ہند کو یہ فکر ہوئی کہ ترکون کو کسیطرح بچا لیا جائے۔ مسلمانون مین سخت ہیجان پیدا ہوگیا جب اُنھون نے دیکھا کہ شکست پانے والونمین جرمنی اور آسٹریا سے بھی زائد لائڈ جارج کی نظر توجہ بس ترکی کو مٹادینے پر ہے۔

مسلم لیگ مین شرکت

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مویدالاسلام کا ایک جلسہ ان حالات پر غور کرنے کیلیے لکھنؤ مین کرنا چاہا جسمین تمام لیڈران و علما کو بلانے کا قصد کیا مگر ڈاکٹر انصاری نے تجویز کی کہ مسلمانونکی آواز اگر مسلم لیگ سے بلند ہو تو بہتر ہے اور اسمین علما بھی شرکت کرین۔ مولانا نے بھی اسکو منظور فرمالیا اور علما سے خط و کتابت فرماکر اُنکو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دسمبر سنہ ۱۸ء بمقام دہلی مین شرکت پر آمادہ کی فرمایا جس زمانہ مین مسلم لیگ کا اجلاس منعقد ہونیوالا تھا اُسی زمانہ مین چاٹگام مین علمائے بنگال کانفرنس منعقد ہونا تجویز ہوا اور اُسکی صدارت کیلیے مولانا ہی کا اسم گرامی تجویز ہوا مولانا نے صدارت سے بہیم انکار فرمایا مگر بالآخر اُنکے لوگونکے شدید اصرار پر مولانا نے یہ طے کیا کہ مین شریک ہونگا اور خطبہ صدارت کے بجائے مین تقریر کردونگا۔ منتظمین کانفرنس نے اسکو منظور کرلیا مولانا اپنے بھائی مولانا سلامت اللہ صاحب کو ہمراہ لیکر چاٹگام روانہ ہوے اور ہملوگ دہلی مسلم لیگ مین شرکت کیلیے گئے راستہ مین ایکدن بھائی محمد علی اور بھائی شوکت علی سے ملنے کیلیے رامپور مین ٹھہر کر دہلی پہونچے یہ دونون بھائی گورنمنٹ کی اجازت سے اپنے بعض مالی معاملات طے

کرنے کیلیے رامپور پندرہ دن کے واسطے آئے ہوئے تھے۔ جب ہم دہلی پہونچے تو معلوم ہوا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور بہار و پنجاب و دہلی کے علما حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سخت منتظر ہین بلکہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے مجھ سے خود کہا کہ ہمارے امام کہان ہین جبتک وہ نہ آئینگے کچھ طے نہوگا۔ ڈاکٹر انصاری جو صدر استقبالیہ کمیٹی تھے اُنھون نے پے در پے مولانا کو چاٹگام تار دیے مولانا چاٹگام سے چلکر تیسرے دن دہلی پہونچے اور دوسرے دن پہلے پہل مع دیگر علما کے مسلم لیگ مین شرکت کی اور وہان تقریر فرمائی جو شائع ہو چکی ہے۔

اعلیحضرت نواب صاحب رامپور بالقابہ سے ملاقات

دہان سے پلٹ کر رامپور علی برادران سے ملنے تشریف لیگئے اور اول اول عالیجناب نواب صاحب رامپور بہادر بالقابہ سے علی برادران کے اصرار اور عالیجناب نواب صاحب کی خواہش پر ملاقات فرمائی اور تقریباً دو ہفتہ کے بعد لکھنؤ تشریف لائے۔

جمعیۃ الخلافت کی بنیاد

اب مولانا کو تمامتر فکر ترکو نکے بچانے کی تھی۔ مولانا اس خیال مین تھے کہ ایک مجلس دفاع ملی کے نام سے اس مقصد کیلیے قائم کیجائے۔ مولانا اسی فکر مین تھے کہ بمبئی کے چند اہل خیر سیٹھون نے ایک انجمن بنام مجلس خلافت مقامی حیثیت سے قائم کی مولانا نے کوشش کی کہ یہ کسیطرح آل انڈیا تحریک ہوجائے گو صدر مقام بمبئی رہے مولانا نے لکھنؤ کے اہل الرائے حضرات سے مشورہ کیا اور سب کی رائے یہ قائم ہوئی کہ ایک آل انڈیا مسلم کانفرنس لکھنؤ مین منعقد کیجائے اور اُسمین اسپر غور کیا جائے۔ مولانا نے اسکے کثیر مصارف مہمانداری اپنے ذمہ لیلیے اور ایک استقبالی کمیٹی قائم کیگئی ہم سب اُسکے ممبر ہوے غرضکہ یہ جلسہ نہایت شان و شوکت سے سنہ مین منعقد ہوا اور اُسمین آل انڈیا خلافت کمیٹی کی قیام کی منظوری ہوئی اور صدر مقام بمبئی قرار پایا۔ اب مولانا نے یہ کوشش کی کہ سب سے پہلے لکھنؤ مین اسکی شاخ قائم ہو۔ بلا مبالغہ یہ واقعہ ہے کہ روزانہ مولانا دو دو ڈھائی ڈھائی کر لکھنؤ کے ممتاز ارباب سیاست کے پاس اس غرض سے تشریف لیجاتے اور اودھ خلافت کمیٹی کے قیام کی کوشش فرماتے مگر کوئی آمادہ نہوتا۔ مولانا ظفر الملک صاحب مولانا کی اس کوشش مین پوری طرح مددگار تھے۔ آخر کار بڑی کوشش کے بعد خلافت کمیٹی قائم ہوئی جسکے واسطے

کوئی صدر نہ ملا اور سکریٹری سید رشید الدین صاحب مودودی مقرر ہوئے۔ چند یوم کے بعد سید ممتاز حسین صاحب بیرسٹر نے صدارت منظور فرمالی اور اب خلافت کمیٹی کام کرنے لگی۔

اتحاد مسلم و ہندو کی کوشش

اس عرصہ مین لائڈ جارج رجو مسٹر اسکوئتہ کی جگہ پر وزیر اعظم ہوئے تھے) کی یہ کوشش ہوئی کہ مسٹر مانٹیگو کی کوششون کو برباد کر دیا جائے اور گو بالکل مہمل و ربکار ملکی اصلاحات کا ہندوستان مین اعلان کیا گیا مگر اسی کے ساتھ مشہور رولٹ ایکٹ بھی پاس کیا گیا جس سے بڑھکر کوئی برا صلہ ہندوستانی امداد کا نہین دیا جا سکتا تھا نتیجہ ظاہر تھا ہر جگہ اسکے خلاف جلسے اور مظاہرے ہوئے۔ لکھنؤ کے جلسے مین مولانا کی ایک پر جوش تقریر ہوئی۔ امرتسر کے جلیانوالہ باغ مین جو جلسہ ہوا اُسمین آزادی سے ڈائر اور ڈائر کمپنی نے نہتے اور بچہ پیر گولیون کی بوچھار کردی اور معلوم نہین کسقدر ہندو مسلمان اس گہرے ہوئے مقام پر ضائع ہوئے۔ مین تقریباً چھ ماہ بعد اس مقام کو دیکھنے گیا تھا جبکہ بارش بھی ہو چکی تھی مگر اُسوقت تک خون کے دھبے مین نے اپنی آنکھ سے اس مقام پر دیکھے۔ اس واقعہ نے تمام پنجاب مین آگ لگادی۔ گاندھی جی بمبئی سے دہلی شرکت جلسے کیلیے آرہے تھے وہ گرفتار کر کے بمبئی واپس کیے گئے۔ اب تمام پنجاب مین بلوہ ہوگئے اور اوڈوائر نے جو اُسوقت پنجاب کا حاکم اعلےٰ تھا بلکہ جو اُسوقت وائسرائے کو اپنے اشارہ پر چلا رہا تھا اُسنے ان بلوونکو ظالمانہ طرح پر دبانے کی کوشش کی اُسنے تمام ہندوستانمین آگ لگادی۔ ہر جگہ پے در پے جلسے ہوئے اور اب اس امر کی کوشش شروع ہوئی کہ ہندو مسلمانون مین پہلے اتفاق قائم ہو جائے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے قائد اعظم تھے اجمیر شریف سے واپسی پر آگرہ سے سب کے پہلے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے گاندھی جی کو تار دیا کہ مین گائے کی قربانی خود نہ کرونگا اور کوشش کرونگا کہ دوسرے مسلمان بھی نہ کرین اسکے بعد مولانا نے کوشش کی کہ کسی مقام پر سربرآوردہ ہندو مسلمان حضرات کا جلسہ ہو اور کوئی عملی پروگرام طے کیا جائے۔ الہ آباد مین جلسہ ہوا اور مولانا باوجود رمضان شریف اور شدید لوہ و گرمی کے اپنے متبعین کے ساتھ الہ آباد تشریف لیگئے اور دن رات کی کوششون اور علما سے مسلسل مشورون کے بعد ایک پروگرام طے ہوا اسکے بعد مولانا لکھنؤ واپس ہوئے

جمعیۃ العلما کا قیام

اس سال کانگریس و مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر مین ہونیوالے تھے۔ مولانا نے تجویز کیا کہ خلافت کیمٹی کا بھی وہان اجلاس ہو۔ اور اگر ممکن ہو تو جمعیۃ العلما بھی وہان اول اول منعقد کیجائے۔ باہم خط وکتابت سے یہ امور طے ہو گئے اور مولانا باوجود نہایت شدید ضرورتون کے امرتسر تشریف لیگئے۔ دوران ہفتہ کانگریس مین علی برادران رہا کر دیے گئے۔ اور وہ باوجود اپنی والدہ کی سخت علالت کے رامپور گئے پھر براہ راست امرتسر پہونچے۔ امرتسر مین پہونچکر مولانا نے اُن علما سے جو تمام ہندوستان سے جمع ہوے تھے مشورہ کیا اور پہلے پہل علما کی سیاسی انجمن جمعیۃ العلما قائم ہوئی۔ علی برادران جب رہا ہو کر آئے تو مولانا کو باصرار ساتھ لیکر وہ کانگریس کے اجلاس مین شریک ہوے امرتسر مین مولانا نے خلافت کانفرنس کا نیم باضابطہ اجلاس منعقد کرانے کی کوشش کی اور مولانا شوکت علی کی صدارت مین خلافت کانفرنس ہوئی۔ امرتسر کے اسلامی جلسونمین یہ مسئلہ قرار پائی کہ ایک وفد معاملات ترکی پر وزارت برطانیہ سے گفتگو کرنے کیلیے مولانا محمد علی کی سرکردگی مین انگلینڈ جائے۔ تجویز یہ تھی کہ سردست مولانا محمد علی اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ و مسٹر سید حسن صاحب انگلینڈ جائین۔ مولانا نے فرمایا کہ مین اپنی جگہ پر مولانا سلیمان صاحب ندوی کو بھیجنا چاہتا ہون اسلئے بجائے مولانا کے بجائے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی اسکے باضابطہ ممبر منتخب ہوے قبل اسکے کہ یہ وفد جائے یہ طے ہوا کہ اپنے مطالبہ کو وایسرائے ہند کے روبرو پہلے پیش کرنا زیادہ ضروری ہے۔ اگر یہان سے کوئی امید افزا جواب ملے تو وفد انگلینڈ جائے۔ ہندوستان کے ہندو و مسلمانون کا ایک متفقہ وفد جسمین بڑے بڑے سربرآوردہ حضرات شریک تھے وایسرائے کے روبرو جنوری سنہ ۲۰ع ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ مین پیش ہوا۔ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وفد مین شریک تھے۔ مولانا امرتسر سے واپسی کے بعد وطن آکر ایک شدید ضرورت سے کاٹھیاوار تشریف لیگئے تھے وہان ایک ہی دن قیام کیا تھا کہ دفعۃً علی برادران کا تار پہونچا کہ غالباً ۲۳ جنوری کو وفد دہلی مین وایسرائے سے ملیگا۔ آپ فوراً واپس آئیے مولانا ۵۰۰ میل کا سفر کرکے اُسی دن پہونچے تھے اور بہت خستہ ہو گئے تھے۔ مگر دوسرے تاکیدی تار کے پہونچنے پر فوراً واپس ہوے۔ اور دہلی پہونچکر بقیہ وقت مشورونمین صرف فرمایا اور اُسکے دوسرے دن وفد مین شریک ہوے

جواب حسب معمول سیاسی تھا۔ اسکے بعد یہین طے ہوا کہ وفد فروری مین لندن جائے۔ اور سیٹھ عبداللہ ہارون نے دس ہزار روپیہ اُسکے اخراجات کیلیے بھی دیا۔ مولانا وطن واپس آئے اور چندے کی فراہمی مین مصروف ہوے۔ جنوری کی آخر تاریخ مین مولانا محمد علی اور شوکت علی لکھنؤ آئے اور اُنکا پر جوش استقبال کیا گیا۔ تمام راستون کو جھنڈیون سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اور کثیر مجمع نے اُنکی گاڑی سے گھوڑے کھولکر خود گاڑی کو کھینچا۔ دہ حسب معمول مولانا کے قیامگاہ محل سرا مین فروکش ہوے۔ دہان مدرسہ عالیہ نظامیہ کیجانب سے مولانا کی سندین علی برادران کو سمیہ مین دی گئین۔ اور طلبائے مدرسہ کیجانب سے اڈریس دیا گیا۔ شب کو پر تکلف دعوت کیگئی جسکے کارڈ پہلے سے جناب قطب میانصاحب کے نام سے معززین شہر کو تقسیم ہو چکے تھے اور جسکو مدعو شدہ حضرات مین سے ایک نے وفادار سرکار نے شغف وفاداری مین ڈپٹی کمشنر تک بھی اپنی حسن کارگذاری ثابت کرنے کیلیے ہونچا دیا تھا۔ دوسرے دن حضرت استاذ مع علی برادران کے بمبی روانہ ہوے اور وفد کو رخصت فرما کر خود مولانا شوکت کے ساتھ پورے سندھ کا دورہ فرمایا اور اُسکے بعد ہی بمبی واپس ہوے۔ بمبی مین خلافت کانفرنس منعقد کیگئی۔ اُس مین حضرت نے شرکت فرمائی مین بھی اس کانفرنس مین شریک تھا۔ بمبی مین اُسوقت تک قیام کیا جبتک کہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی انگلینڈ سے واپس نہ آلیے۔ مارچ کے شروع مین اُنکو ہمراہ لیکر واپس وطن ہوے۔ اور ایک ہفتہ کے اندر بنگال خلافت کانفرنس کی شرکت کرنے مع شیخ مشیر حسین صاحب کے روانہ ہوے۔ یہ جلسہ ٹاؤن ہال کلکتہ مین منعقد ہوا تھا۔ وہان مولانا نے وہ بصیرت افروز تقریر فرمائی جسکی کوئی نظیر مشکل سے ملیگی۔ اسی جلسہ مین مسٹر ابوالقاسم اور مسٹر فضل حق نے قانونی کونسلو نسے استعفے لکھکر صدر جلسہ مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہم کے حوالہ کر دیے۔ مولانا وطن واپس ہوے اور اس عرصہ مین خفیہ اور علانیہ برابر کام مین مصروف رہے۔ ایک فتوے تیار کرایا اور اُسپر تمام علمائے ہند سے دستخط کرا کر جلد تر شائع کر دیا۔ اس عرصہ مین مولانا کے عزیز ترین رشتہ کے بھتیجے مولوی نصیر الدین بی۔ اے تپ دق مین مبتلا ہوے اگست کے ختم پر اُنکا انتقال ہو گیا۔ اور دفعتہً مولانا کی عزیز ترین بیٹی یعنے جناب قطب میان صاحب کی بیوی بیمار ہوئین اور آٹھ دن کے اندر دو خرد سال بچے چھوڑ کر وفات پا گئین۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ صاحبزادی کے انتقال کے تیسرے ہی دن میرے بھائی مولوی سلامت اللہ صاحب کو کلکتہ اسپشل کانگریس مین شرکت کیلیے بھیجا اور جب ہان نان کواپریشن پروگرام طے ہوگیا تو مولانا نے خود بذات خاص اور تمام اعزا اقرباے خاص نے بدیسی اشیار کے استعمال کا پوری طرح بائیکاٹ کر دیا اور اپنے تمام بدیسی کپڑے فرش پردے لحاف توشک تولیہ رومال اور دوسرے لوگونکے کپڑے سب اکٹھا کرکے مدینہ شریف بھجوادیے ۔ اسکے بعد سے مولانا نے اپنی پوری کوشش اور جدوجہد خلافت کمیٹی کے پروگرام کو کامیاب بنانے مین صرف کی اور اس سلسلہ مین ہندوستان کے بڑے بڑے مقامات مین یا تو خود تشریف لیگئے یا اپنی بھائیون اور بھتیجون مین سے کسی کو بھیجا تقریبًا ہر دوسرے مہینہ مشورے کیلیے بمبئی تشریف لیجاتے اور علما اور اسلامی لیڈران کی دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح کی امداد فرماتے ۔ اس تحریک کے سلسلہ مین مولانا نے ذاتی طور پر جو خرچ کیا ہے اُسکی مقدار کسی طرح چالیس پچاس ہزار روپیہ سے کم نہوگی اور باوجود سفر ونکے کثیر اخراجات کے کبھی بھی اپنے یا اپنے متعلقین کے اس تحریک کے متعلق اخراجات کا (ایک پیسہ کا بھی) بار خلافت کمیٹی پر نہین ڈالا ۔ تقریبًا سات ہزار روپیہ ایک ضروری کام کیلیے خلافت کمیٹی نے بذریعہ مولانا کے خرچ کرکے مولانا کے نام تحریر کیے تھے ۔ مولانا نے (باوجودیکہ مولانا ان اخراجات مین صرف سفیر محض تھے) اپنے پاس سے اس روپیہ کو بلکہ اسکا المضاعف خلافت کمیٹی کو ادا فرمادیا ۔ انگورہ فنڈ اور طیارہ فنڈ مین تو مولانا ہی نے سب کے پہلے ایکہزار روپیہ اپنے پاس سے اور تین ہزار روپیہ اپنے چار مخلص احباب سے جمع کرکے خلافت فنڈ مین جمع کیے ۔ غرضکہ اس تحریک مین اول سے لیکر آخر تک جس جس طرح مولانا نے امداد کی ہی غالبًا اُسکی نظیر بڑے بڑے کارکنان خلافت مین بھی نہ ملسکیگی مولانا نے اپنی عمر کے پورے دس برس یعنے ۱۳۳۲ھ سے لیکر ۱۳۴۲ھ تک خدام کعبہ اور جمعیۃ العلما اور خلافت کمیٹی ہی کے کامونمین پوری جدوجہد مین بسر کیے ہین ۔ ان کامون کی اصلی قدر وقیمت جب ہی اندازہ ہوسکتی ہے جب مولانا کی یادداشتون اور خط وکتابت کو (جو آٹھ ضخیم جلدونمین محفوظ ہے) شائع کردیا جائے ۔ جسکے بعد بہت سی اُن باتونپر سے بھی پردہ اُٹھ جائیگا جنپر ابتک پردہ پڑا ہے ۔ بہرحال کچھ تفصیل مجلس اشاعت العلوم کی شائع کردہ

سوانحعمری سے بھی معلوم ہوجائیگی۔ یہ امرخاصکر قابل لحاظ ہے کہ یونتو ان تحریکون کے قائدین مین سے بہتونکو دعوے ہیکہ وہ ان تحریکونکے موجد اور موسس اور قائد اعظم سبھی تھے مگر اخبار پڑھنے والون اور اندرونی حالات کے جاننے والونکو تو یقیناً معلوم ہوگا کہ جمعیۃ الخلافۃ اور خدام کعبہ کے موسس اور موجدین کے صف اول مین اگر کوئی شخصیت سب سے زائد نمایان تھی تو وہ مولانا عبدالباری کی تھی۔ اور ان تحریکات کو خالص مذہبی تحریکات بنا دینا تو مولانا اور صرف مولانا عبدالباری ہی کا کارنامہ تھا۔

خدام الحرمین

سنہ ۱۳۴۳ھ تک مولانا خلافت کمیٹی کے کامونمین دلچسپی لیتے رہے مگر اس سال کے دوران مین جب ابن سعود والی نجد نے شریف حسین پر حملہ کیا اور خلافت کمیٹی نے ظاہراً و باطناً شریف حسین کی مخالفت اور ابن سعود کی موافقت شروع کی تو مولانا کو خلافت کمیٹی کی پالیسی سے اختلاف پیدا ہوا۔ مولانا خود بمبئی متعدد بار تشریف لیگئے اور کوشش کی کہ کسیطرح ارکان خلافت کو اس مضر پالیسی سے باز رکھین۔ اسکے متعلق مولانا نے خط و کتابت بھی کی اور پوری جدوجہد باہمی سمجھوتہ کی کی لیکن افسوس کہ مولانا کی کوششین کامیاب نہو سکین۔ یہانتک کہ سنہ ۱۳۴۳ھ مین جب ابن سعود کے افعال شنیعہ کی تصدیق ہوگئی تو مولانا کے خیالات مین خلافت کمیٹی کیجانب سے بدظنی کامل ہوگئی۔ مگر اسوقت تک بھی مولانا صبر و سکون کیساتھ اصلاح کی کوشش کرتے رہے۔ جب سنہ ۱۳۴۴ھ کے شروع مین روضہ اطہر پر ابن سعود کی گولہ باری کی خبر آئی تو مولانا اس خبر کو سنکر سچے مسلمان کیطرح اسپر تحمل نہ کر سکے اور اسکے خلاف تیسرے ہی دن ایک عظیم الشان جلسہ احتجاجی مولانا نے منعقد کیا اور اسکے بعد مولانا نے تمام ہندوستان کے سربرآوردہ حضرات کو اس سانحہ ہوشربا پر توجہ دلائی اور ربیع الاول سنہ ۱۳۴۴ھ مین مولانا کی کوششون سے ایک حجاز کانفرنس بمقام لکھنؤ منعقد ہوئی جس کی مہمانداری کے تمام اخراجات جناب راجہ صاحب سلیم پور نے برداشت فرمائے یہ کانفرنس شروع ربیع الاول مین رفاہ عام مین مولانا حسرت موہانی کی صدارت مین منعقد ہوئی اور اسمین خدام الحرمین کی بنیاد پڑی۔ مولانا اس انجمن کے خادم الخدام (صدر) اور شیخ مشیر حسین صاحب اور آنریبل راجہ نواب علیخان اسکے معتمد مقرر ہوئے مولانا آخر حیات تک اسکا کام نہایت

انہاک سے انجام دیتے رہے تا آنکہ چار ماہ کے بعد رجب مین مولانا کا وصال ہوگیا۔ جس روز مولانا پر فالج کا حملہ ہوا اُس روز صبح ۸ بجے سے ۱۲ بجے تک مجلس خدام الحرمین کے جلسہ مین صدارت فرماتے رہے اور پورا دستور العمل مولانا کی صدارت مین پاس ہوا۔ اسکے بعد مولانا کے نامور جانشین قطب میانصاحب اسکے صدر منتخب ہوے اور دوسرے سال آنریبل سر مہاراجہ صاحب بہادر محمود آباد کی کوششون سے دوسری حجاز کانفرنس لکھنؤ مین سیٹھ صالح بھائی برودہا والہ شریف بمبئی کی صدارت مین منعقد ہوئی۔ مجلس خدام الحرمین ابتک بدستور قائم ہے۔

مولانا کے سیاست مذہبی کی زندگی کا یہ مختصر بیان ہے اور تحصیل علم سے فراغت اور سفر حج کی واپسی کے بعد یعنے ۱۳۲۳ھ کے شروع سے مولانا کو ۱۳۴۴ھ تک ۲۱ برس ملے جسمین نصف حصہ علم کی خدمت اور نصف حصہ سیاسیات مذہبی مین مولانا نے گذارا اور حق یہ ہے کہ ان دونون امور مین جو کارہاے نمایان مولانا نے کیے ہین اُنکی نظیر مجموعی طور سے استاذ الہند سے لیکر اسوقت تک علماے فرنگی محل مین کوئی دوسری نہین پائی جاتی اور جو اثر و اقتدار مولانا نے یورپ اور ایشیا اور افریقہ کے اسلامی حلقون بلکہ غیر مسلم حلقونمین بھی حاصل کر لیا تھا وہ اُنکے اسلاف مین سے کسی کے حصہ مین نہین آیا۔

مولانا کے ذاتی اوصاف

انتظام

مولانا کو اُنکے والد نے ابتداے سن ہی سے گھر کے انتظامات آمدنی و اخراجات سپرد کر دیے تھے۔ اور مولانا اس خدمت کو نہایت انتظام سے انجام دیتے تھے۔ اسوجہ سے مولانا کے بڑے بھائی مولانا سے مزاحًا فرمایا کرتے تھے کہ تم کنجوس الملک ہو۔ مگر مولانا اسکی پرواہ نہین فرماتے تھے اور ہمیشہ نہایت انتظام کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ والد ماجد اور شفیق بھائی کے انتقال کے بعد اب تمام انتظامات کا بار براہ راست مولانا پر آ گیا تھا۔ مولانا نے اپنے سابق تجربہ سے فائدہ اُٹھا کر نہایت خوبی سے خانہ داری کے ایسے انتظامات کر دیے کہ سال کے شروع ہی مین اپنی ہمشیرہ کو (جو امور خانہ داری کی منتظم تھین) سال بھر کے اخراجات عطا فرما دیتے اور اسکے بعد جو رقم بچتی اُسمین اعراس و محافل میلاد شریف و دیگر امور خیر کا انتظام فرماتے۔ اور اسطرح پر نہایت خوبی سے تمام امور کا انصرام ہوتا رہتا تھا۔

جود وسخا باوجود مولانا کے سخت منتظم ہونیکے مولانا مین جود وسخا اسدرجہ بڑھا ہوا تھا کہ شاید مولانا کے احبا اور اصحاب مین سے چند ہی حضرات ایسے ملینگے جنپر مولانا نے اپنے جود وسخا کی بارش نہ فرمائی ہو۔ کبھی کسی سائل کو مولانا نے "نہین" سے جواب نہین دیا۔ خاصکر حرمین کے باشندون کے ساتھ مولانا بیحد سلوک فرماتے تھے۔ بعض بعض حضرات کو پانچ پانچسو روپیہ نذر کردیے۔ ایکمرتبہ دس بارہ سائلین عرب ایک ساتھ حاضر خدمت ہوے وہ لوگ واقعی مفلوک لحال تھے۔ مولانا کے پاس اُسوقت اتفاقًا کچھ زائد رقم نہین تھی پچاس روپیہ سے اُنکی امداد کی چاردن کے بعد پھر وہ آئے مولانا نے تھوڑی امداد پھر کی اسپر وہ بگڑ گئے اور مولانا کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو گئے حاضرالوقت حضرات کو غصہ آگیا اور اُنکی تنبیہ کا ارادہ کیا مگر مولانا نے منع کیا اور اسکے بعد پھر انکی اعانت فرمائی۔ روز کا دستور تھا کہ سائلین آتے تھے اور مولانا اُنکی خدمت کرتے تھے علاوہ انکے برابر کے لوگون کے ساتھ جو سلوک مولانا نے کیے ہین اُسکا تو کوئی شمار نہین ہے۔ جسدن مولانا کی محبوب ترین صاحبزادی کا جوانی مین انتقال ہوا ہے۔ عین نزع کے وقت مولانا گاڑی پر سوار ہو کر کہین تشریف لیگئے اور نصف گھنٹہ کے بعد واپس ہوے۔ ہم سب کو نہایت تحیر تھا کہ مولانا کہان تشریف لیگئے ہین۔ ایک عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ چند دن قبل ایک صاحب نے ایکہزار روپیہ کی رقم ایک اپنی شدید ضرورت کیوجہ سے مولانا سے قرض لینا چاہی تھی مولانا کے پاس اُسوقت روپیہ نہ تھا اُس دن کا وعدہ تھا وعدہ وفائی کی غرض سے مولانا تشریف لیگئے تھے۔ جن لوگون نے مولانا کی سخت سے سخت مخالفت کی تھی موقع آنے پر مولانا نے اُنکی کافی امداد سے دریغ نہین کیا۔

پابندی مذہب مذہبی امور کی پابندی مولانا نہایت ہی متقشف علما کیطرح پر فرماتے تھے۔ بلوغ سے لیکر بیماری تک نماز نے قضا ہونے کا تو کیا ذکر کبھی جماعت بھی سوائے ایکمرتبہ کے مولانا کی ناغہ نہین ہوئی اور اسپر اسقدر سختی سے پابندی فرماتے تھے کہ سفر وین ہمیشہ محض ضرورت جماعت کیوجہ سے دو شخصونکو ضرور ہمراہ رکھتے تھے۔ ایکمرتبہ بمبئی کے سفر میں مولانا کے رفیق سفر وحضر مولوی الطاف الرحمن صاحب

اور مولانا کے موٹر ڈرایور میان ارتضا ساتھ تھے۔ میان ارتضا تھرڈ کلاس سے کلیان اسٹیشن پر اُتر کر ٹہلنے لگے اس خیال سے کہ گاڑی کی روانگی کے وقت سکنڈ کلاس مین ہمراہ ہو جاوینگا تاکہ جماعت مین شریک ہوے سکون اتفاق سے گاڑی چلی اور وہ گھبرا کر جلدی مین تھرڈ کلاس مین بیٹھ گئے سکنڈ کلاس تک نہ جا سکے۔ اب وقت گذرنے لگا اور گاڑی کسیطرح ٹھہرتی ہی نہین تھی اور مولانا کی تکلیف بڑھتی جاتی تھی یہانتک کہ آخر وقت بمجبوری نماز ادا فرمالی اور اُسکے بعد زار وقطار روتے رہتے اور مولوی الطاف الرحمن سے مخاطب ہوکر بار بار فرماتے رہے کہ میرا بمبئی کا یہ سفر ضائع ہوگیا۔ اس سفر مین اسکا اثر برابر رہا عبادات مین فرائض اور واجبات ایک طرف مولانا نوافل و مستحبات کو بھی ترک نہین فرماتے تھے۔ سنن راتبہ کے علاوہ ہمیشہ سنت عصر اور قبل عشا کی چار سنتون پر مداومت فرماتے۔ بعد سنت فجر داہنی کروٹ لیٹ کر ایک تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ العظیم من کل ذنب وخطیئۃ واتوب الیہ ہمیشہ پڑھتے تھے اور بعد نماز فجر کسی سے بات نہ فرماتے اور غالباً لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علے کل شئ قدیر کی تسبیح پڑھتے۔ بعد طلوع آفتاب اشراق کی نماز پڑھکر تکلم فرماتے شب کو عبادات معمولہ کرتے البتہ اشغال واوراد اہل تصوف شاذ ونادر کرتے۔ رمضان شریف مین بہت کم (دو تین گھنٹے سے زائد نہین) آرام فرماتے اور شب وروز مین ایک اور کبھی دو قرآن شریف ختم فرماتے۔ رمضان مین عصر کے بعد بھی مغرب تک تکلم نہین فرماتے اور اوراد خاندانی پڑھتے رہتے۔ روزے بھی سوائے حالت شدت مرض کے کبھی قضا نہین ہوے روزہ مین مولانا کو بہت زائد مشقت ہوتی تھی۔ اکثر بخار آجاتا مگر اُس حالت مین روزے قضا نہین ہوے۔ ایک مرتبہ شدت گرما کے روزون مین حلق سے خون آگیا جو تین چار دن تک رہا اور باوجود ہملوگونکے اصرار کے روزے ترک نہین فرمائے۔ نوافل مین نوین ذی الحجہ اور محرم کے دو روزونکے پابند تھے اور دو یوم شعبان مین بھی اکثر روزے رکھتے۔ انکے علاوہ روزہاے نوافل مین سنے رکھتے ہوے نہین دیکھے۔ حالت شدت بیماری مین بھی وضو ہی سے نماز ادا فرماتے۔ ہر وقت باوضو رہتے۔

حسن صورت

مولانا کی شکل وصورت کو قدرت نے نہایت حسین بنایا تھا۔ مولانا حسن وجمال مین

اپنے خالہ زاد بھائی فخر المتاخرین امام العلما استاذ الاساتذہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے نظیر تھے اور اسم باری کے مظہر کامل تھے۔ جو لوگ آپ کو ایک مرتبہ دیکھتے حسن صورت ہی دیکھکر آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔ قد میانہ مائل بہ پستی تھا رنگ مبارک ہلکے گلاب کے رنگ کے مطابق تھا تمام اعضا کسرتی اور نہایت سڈول تھے (مولانا نے کسرت اور ورزش مدت العمر ترک نہین فرمائی) چلنے مین آگے کیجانب خفیف سا جھک کر نہایت تیزی سے چلتے کہ بعض وقت ساتھ چلنے والون کی سانس تیزی سے چلنے کیوجہ سے پھول جاتی اور پیچھے رہجاتے اور مولانا اپنی معمولی چال سے چلتے ہوتے۔

جامہ زیبی حسن صورت کے باوجود مولانا اسقدر جامہ زیب تھے کہ جو کپڑا بھی (برے سے برا بھی) پہنتے تو یہ معلوم ہوتا کہ یہ کپڑا مولانا ہی کے واسطے وضع ہوا ہے۔ خاصکر جب کبھی مولانا سیاہ لٹ پٹی دستار باندھ لیتے تو یہ معلوم ہوتا کہ خداوند تعالے کا نور چہرہ اقدس پر برابر برس رہا ہے۔ مولانا عموماً دو پلڑی ٹوپی پہنتے کبھی کبھی ترکی ٹوپی جاڑون میں پہنتے۔ والد ماجد کی حیات تک شیروانیان پہنتے تھے۔ اسکے بعد ایک زمانہ تک لمبا کرتہ پہنتے رہے پھر اکثر انگرکھا پہنتے۔ جاڑونمین چغا اور کبھی اور پوری آستین کا شلوکہ پہنتے۔ جمعہ اور عیدین مین جامہ اور جاڑونمین عبا پہنتے اور ایک دوپٹہ حمائل کرکے کاندھے پر ڈال لیتے۔

ضیافت مہمانان مولانا ضیافت کرنے کے اسقدر شائق تھے کہ ہر مہینہ مین دو ایک تقریباً کسی نہ کسیکی ضیافت فرماتے اور اسمین نہایت تکلف فرماتے۔ تحریک خلافت کے زمانہ مین گاندھی جی اور علی برادران اور دوسرے تمام ہندوستانی لیڈر مولانا کے مہمان ہوتے اور مولانا اُن سب کی نہایت فراخ حوصلگی سے مہمانداری فرماتے۔ ندوۃ العلما اور خلافت کے جلسونکے موقع پر بارہا مولانا نے عام اراکین جلسہ کی دعوتین بڑے بڑے پیمانہ پر کین۔ ایکمرتبہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس کے موقع پر مولانا نے تمام ہندو مسلمان اراکین کی نہایت پُر تکلف دعوت کی جسمین پنڈت موتی لال سروجنی نائیڈو اور لالہ لاجپت رائے اور دیگر سکھ اور ہندو لیڈران نے بھی شرکت کی۔ مولانا محمود الحسن کی رہائی کے بعد واپسی پر مولانا نے اُنکی اور دیگر علمائے دیوبند کی نہایت بڑے پیمانہ پر تین یوم

تک مہمانداری فرمائی۔ ایک مرتبہ مولانا حافظ احمد مہتمم دار العلوم دیوبند کی بھی اُنکے لکھنؤ آنے پر نہایت شاندار دعوت کی تھی۔ غرضکہ مولانا ضیافت اور مہمانداری کرنے کے بڑے شائق تھے اور نہایت سیر چشمی اور طبعی فیاضی سے اسکو انجام دیتے تھے۔

شجاعت طبعی مولانا صغر سنی ہی سے نہایت بہادر اور شجاع طبیعت رکھتے تھے۔ اکثر فرماتے تھے کہ مین بچپنے مین ہی بھوت پریت اور لایعنی امور سے کبھی بھی نہین ڈرتا تھا۔ بڑے ہوکر مولانا کی شجاعت طبعی مین ترقی ہوگئی اور ہملوگو نمین سے کسی کو یاد نہین ہے کہ مولانا کسی امر یا کسی شخص سے یا کسی واقعہ سے خوف زدہ ہوے ہون۔ مرض الموت مین باوجودیکہ غالبًا خود بھی مولانا کو موت کا یقین تھا مگر آخر وقت تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کا دل رحمت کی امیدون سے لبریز ہے اور نہ اپنے چھوٹے بچہ کے یتیم ہونے نہ اپنے جانشین کی عدم موجودگی اور اُنسے بات نہ کرسکنے کا کوئی غم مولانا کے چہرہ سے معلوم ہوتا اور نہ بیماری کی سخت اذیت و تکلیف کا کوئی اثر چہرہ پر ظاہر ہوتا چہرہ پر بدستور ہیبت و جلال موجود تھا۔ مولانا مدت العمر کسی بڑی سے بڑی ہستی سے مرعوب نہین ہوئے اور کلمۂ حق کہنے مین کسی کی وجاہت سے مولانا متاثر نہین ہوئے

تحمل و صبر مولانا کی تقریبًا اٹھارہ اولادین ہوئین اور سب مرد یا پیدائش کے بعد ہی مرگئین صرف دو صاحبزادیان اور آخر عمر مین ایک صاحبزادہ محمد جمال الدین عبد الوہاب سلمہٗ باقی رہے تھے۔ بڑی صاحبزادی کا ۲۰ سال کی عمر مین مولانا کے سامنے انتقال ہوگیا تھا۔ مولانا نزع کے وقت سے لیکر آخر وقت تک صاحبزادی کے سرھانے بیٹھے ہوے تلقین اسم جل علےٰ کرتے رہے۔ اور چہرہ پر گو حزن و ملال کے آثار موجود تھے مگر ایک آنسو بھی گرنے نہین پایا۔ محلہ کے تمام اعزا رو رہے تھے مگر مولانا اُسوقت اور اُسکے بعد بھی کوہ وقار بنے ہوے لوگون کو کلمات تسکین سے تشفی دینے کی کوشش کرتے رہے۔ دفن کے بعد برابر قرآن پاک کی تلاوت ہی فرماتے رہے

حلم و غضب مولانا مین یہ دونون صفات علےٰ وجہ الکمال پائے جاتے تھے۔ غصہ بھی بوجہ دموی مزاج ہونیکے بہت زائد اور بعض اوقات حد اعتدال سے زائد ہوجاتا تھا۔ اُسی کے مقابل حلم بھی کبھی حد اعتدال سے گذر جاتا تھا۔ مولانا جب چار پانچ بار حلم فرمالیتے تو ایک مرتبہ غصہ فرماتے۔ اپنے کپڑون کو بارہا خود چوری ہوتے بلکہ سارق کو پہنے ہوے

ملاحظہ فرماتے مگر کچھ تنبیہ نہ فرماتے۔

وقار و ہیبت مولانا کے چہرہ اقدس پر جلال و ہیبت خداوندی کا کمال ظہور تھا۔ مولانا کے بہت بے تکلف احباب بھی مولانا سے اسیقدر ہیبت زدہ رہتے جسطرح دوسرے لوگ۔ کسی بڑے سے بڑے شخصیت کی مجال نہ تھی کہ مولانا کے آگے بیباک ہو جاتا۔ مولانا خلوت و جلوت مین یکسان باوقار و باہیبت ہوتے۔

اظہار حق مولانا نے کلمہ حق فرماتے مین بادشاہ سے لیکر ایک معمولی آدمی اور گاندھی جی سے لیکر ایک معمولی کارکن تک کی پروا نہین کی۔ اور عام جلسون اور پرائیوٹ ملاقاتون مین حکام وقت اور امرا ورؤسا سے کبھی بھی اظہار حق مین متاثر نہین ہوئے۔ مین یہانپر دو واقعے تحریر کرتا ہون۔ (اول) دارالعلوم ندوۃ العلما کا سنگ بنیاد رکھا جانیوالا تھا۔ مولانا بھی سنگ بنیاد کے جلسے مین تشریف لیگئے۔ ہیوٹ صاحب جو اسوقت لفٹنٹ گورنر تھے سنگ بنیاد رکھنے والے تھے وہ آکر ایک کرسی پر جو بلندی پر رکھی گئی تھی بیٹھ گئے۔ جلسہ کا افتتاح تلاوت کلام مجید سے کیا گیا۔ قرآن پڑھنے والے طالب علمون نے نیچے کھڑے ہوکر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا سب لوگ بیٹھے تھے۔ مولانا اس منظر کو برداشت نہ کر سکے فوراً کھڑے ہوگئے۔ اور بلند آواز سے ایک شخص سے کہا کہ کرسی لاکر رکھدو اسپر کھڑے ہوکر قرآن شریف پڑھا جائے۔ ہیوٹ صاحب نے کسی سے دریافت کیا کہ مولانا کیا کہہ رہے ہین۔ اُن صاحب نے واقعہ بیان کیا۔ ہیوٹ صاحب نے فوراً کرسی منگواکر میز پر بچھوادی اور طالبعلم کو اُسپر بٹھلاکر قرآن شریف پڑھنے کیلیے کہا۔ (دوم) رفاہ عام مین جنگ بلقان کے سلسلہ مین ہلال احمر کا جلسہ کیا گیا تھا اور اعلیحضرت نواب صاحب رامپور بالقابہ اسکے صدر تھے۔ کمشنر اور دیگر حکام بھی اس جلسہ مین شریک تھے۔ چونکہ اسی کے ساتھ آٹھ یوم قبل شریف لارڈ ہارڈنگ پر دہلی مین بم پھینکا گیا تھا اور وہ بسلسلے سخت زخمی ہوے تھے اسلیے تجویز کیا گیا کہ پہلے وائسرائے کیساتھ ہمدردی کا رزولیوشن اس جلسہ مین منظور کرایا جائے۔ چنانچہ یہ رزولیوشن پیش ہوکر جب حسب معمول پاس ہونے لگا تو رؤسائے لکھنؤ کے مشورہ سے نواب صاحب بالقابہ نے سب لوگون سے کہا کہ اس رزولیوشن کو اُٹھکر پاس کیجیے۔ سب لوگ کھڑے ہوگئے مگر مولانا

اپنی کرسی پر جو صدر کی کرسی کے بالکل قریب تھے بیٹھے رہے سر راجہ صاحب مرحوم جہانگیر آباد نے یہ سمجھکر کہ مولانا شاید سمجھے نہین پکار کر کہا کہ مولانا آپ بھی کھڑے ہو جائین۔ مولانا نہایت برہم ہوچکے تھے۔ بلند آواز سے فرمایا کہ مین ایک کافر کی ہمدردی کیلیے بحیثیت عالم کھڑا ہو کر مسلمانون کو ذلیل نہ کرونگا۔ اسکے بعد اعلحضرت نواب صاحب بالقابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مین ہرگز کسی کافر کی تعظیم غائبانہ کیلیے نہ کھڑا ہونگا۔ البتہ چونکہ آپ بادشاہ اسلام ہین آپکے حکم کی تعمیل مین کھڑا ہوے جاتا ہون اور اسکے بعد کھڑے ہو کر فوراً بیٹھ گئے۔ اس قسم کے متعدد واقعات میری یاد مین ہین جنکو طوالت کے خیال سے ترک کرتا ہون۔

مولانا کے سفر مولانا نے تحریک خلافت کے سلسلہ مین بنگال سندھ بمبئی پنجاب وغیرہ کے بارہا سفر فرمائے۔ اور دہلی اور بمبئی کم از کم چالیس پچاس مرتبہ تشریف لیگئے ہونگے۔ بیرون ہند مولانا نے تین مرتبہ سفر کیا۔ اول مرتبہ کمسنی مین اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۰۵ھ مین حجاز تشریف لیگئے دوبارہ ۱۳۲۱ھ مین بصرہ بغداد شریف اور کاظمین کی زیارتون سے مشرف ہو کر ذی الحجہ مین مکہ شریف پہونچے اس سفر مین مولانا کی والدہ اور بڑے بھائی صاحب اور تمام اہل وعیال ہمراہ تھے۔ بعد حج چھ سات ماہ مدینہ منورہ مین قیام کیا اور رمضان ۱۳۲۲ھ مین وطن واپس ہوے چونکہ بڑے بھائی صاحب ضعف معدہ واسہال مین مبتلا ہو کر واپس ہوے تھے۔ اس سلسلہ مین وطن کی واپسی پر ذیقعدہ تک آستانہ شریف مین مقیم رہے یہانتک کہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ کو آپکے بھائی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ تیسری مرتبہ ۱۳۳۰ھ مین سہ بارہ حجاز گئے اور بعد حج مدینہ شریف حاضر ہوے۔ اور وہان سے براہ ریل بیت المقدس بلدۃ الخلیل دمشق بیروت اسکندریہ قاہرہ ہوتے ہوے ربیع الاول ۱۳۳۱ھ مین وطن واپس ہوے۔ حیدرآباد مین چونکہ آپکے پرنانا ملک العلما ملا حیدر کے وقت سے آپکے تمام نانہالی اعزا (ماموں و نانا) کا قیام تھا۔ نیز مولانا کے جد امجد اور والد ماجد کے اکثر متوسلین وہان مقیم تھے اسلیے مولانا اکثر حیدرآباد بسلسلۂ تقاریب تشریف لیجاتے۔ بزرگون کے اعراس مین شرکت کی غرض سے ایک ایک مرتبہ پاک پٹن شریف اور کلیر شریف اور دہلی کا سفر فرمایا تھا۔ تقریباً ہر سال (الا ماشاء اللہ) ردولی شریف حاضر ہوتے

ابتدا مین اور آخر کے چند سال کاکوری مین بھی عرس کے موقعہ پر (ربیع الثانی) تشریف لیجاتے تھے
اجمیر شریف اور بانسہ شریف مین بمواقع عراس شریفہ حاضری کے اسقدر شدت سے پابند تھے کہ غالبًا
ہوشمندی کے بعد سے کسی وقت سوائے حج کے سفر کے موقع پر اور کبھی ان دونون مقامات کی
حاضری ترک نہین ہوئی۔ بانسہ شریف عرس کے علاوہ بھی اکثر تشریف لیجاتے۔ اور وفات سے
ایک سال پیشتر تو دو ماہ کے قریب وہان حاضری دی اور حضرت سید السادات رحمتہ اللہ علیہ کا
ملفوظ وہین تیار کیا تھا۔ جوار کے اعزا کی تقاریب کے بہت سے مواقع پر موہان کسمنڈی۔
کاکوری بڑے گانون ستر کھ بیہار تشریف لیجایا کرتے۔ ستر کھ مین سال مین دو تین مرتبہ اور
کبھی اس سے بھی زائد جناب بھائیصاحب قبلہ قاضی وحید الدین محمد صاحب کے یہان (جنکا
مولانا رحمتہ اللہ علیہ حقیقی بھائی سے کم خیال نہین فرماتے تھے) تشریف لیجایا کرتے۔ ایکمرتبہ
فتحپور والد بھائی کا بھی سفر فرمایا تھا۔ ایام تحریک خلافت مین ایک سیٹھ کے یہان شادی کی
شرکت کی غرض سے دفسا داڑ کاٹھیاوار کی انتہائی حد پر تشریف لیگئے تھے۔

واقعۂ وفات

مولانا کا مزاج دموی تھا اسکی وجہ سے مولانا مین حرارت بہت بڑھی ہوئی تھی۔
ایک موقعہ پر کسی نے کسیطرح مولانا کو دھوکے سے زہر کھلا دیا گیا جسکا فورًا اثر ظاہر ہوا اور
اسکے دفعیہ کیلیے پوری طرح علاج کیا گیا۔ اور گو شفائے عاجل ہو گئی۔ مگر بلیا زادہ جو سر فقہ کا
زائل نہین ہوئی جسکا اثر یہ تھا کہ مولانا ذرا بھی گرمی کے متحمل نہو سکتے اور دیار پانچ قدم
بھی دھوپ مین چلنا سخت مکلف ہو جاتا۔ اور جو مرض بھی ہوتا وہ سخت حاد ہوتا۔ اور اگر
کھانے مین ذرا بھی مرچ یا تیل کا استعمال ہو جاتا تو فورًا بخار آجاتا اسکی وجہ سے مولانا
نے گرم چیزون کا استعمال بالکلیہ ترک فرما دیا تھا اور شدید جاڑون مین بھی سرد ترین اشیاء کا
بے تکلف استعمال فرماتے۔ چاء کبھی کبھی جاڑے مین نوش فرماتے مگر وہ بھی اسطرح کہ
اسمین آدھے سے زائد بالائی یا دودھ شامل کر لیتے اور اوپر سے بھی بالائی نوش فرماتے
آخر جمادی الثانیہ ۱۳۴۲ھ مین مولانا کو پیشاب کی خلاف معمول دن مین کئی مرتبہ
حاجت پیش آنے لگی۔ جسکو مولانا نے باوجود کیہ عرض کرنیکو بھی کچھ زائد اہمیت نہ دی وراسکو حرارت کی بنیاد دی سے

باعث گردونکی خرابی سے خیال فرمایا اور ٹھنڈی دوائین استعمال فرمائین جنسے وہ شکایت غالبًا کم ہوگئی۔ جمادی الثانیہ کی آخری تاریخون مین (وقت معمول کے قبل) اجمیر شریف جانے کا ارادہ فرمایا مگر اُسکے بعد مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحہ مین شرکت کے خیال سے اپنا ارادہ ۳ رجب کو جانے کا کیا اور جناب قطب میان صاحب کو ۲۸ تاریخ اجمیر شریف روانہ کردیا۔ جمادی الاخری کی آخری تاریخ جمعہ کے دن فجر کے وقت غسل فرمایا اور تنزیب کا انگرکھا اور نیچے صدری پہنکر موٹر پر سوار ہوکر شدید سردی مین (جنوری کے مہینہ مین) بسیار چودھری رشید الدین صاحب کی لڑکی کے نکاح مین شرکت کی غرض سے تشریف لیگئے وہان پہونچے تو چہرہ تمتمایا ہوا تھا کسی نے مزاج پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ موسم کی سردی اور گرمی مزاج دونون کی اذیت ہے۔ وہان سے اُسی دن واپس آگئے۔ یکم رجب ۱۳۴۴ھ کو ہفتہ کے دن میرے یہان کھچڑی کی دعوت مین شرکت فرمائی جو مولوی صبغت اللہ سلمہ نے کی تھی اُسمین بھی دہی کا زائد استعمال فرمایا۔ ۲ رجب کو صبح کے وقت اپنے استاد مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحہ مین شرکت کی غرض سے تشریف لیگئے۔ وہان سے واپس آئے تو خدام الحرمین کے انتظامی جلسے مین شرکت کی غرض سے دفتر کے مکان مین تشریف لیگئے اور وہان تقریبًا ۲½ بجے تک جلسے مین شریک رہے۔ اُسکے بعد مولانا حسرت موہانی کے ساتھ (جو خدام الحرمین کے جلسہ مین شرکت کی غرض سے کانپور سے آئے تھے) کھانا نوش فرمایا۔ اور نماز ظہر پڑھکر محلسرا (مولانا حیدر کی محلسرا واقع عقب محلہ فرنگی محل جانب غرب) مین جہان مولانا اس زمانہ مین شب کو آرام فرماتے تھے تشریف لیگئے۔ اور صدر دالان کی چھت پر بیٹھکر غالبًا ملفوظ حضرت سید السادات کا کچھ حصہ تحریر فرماتے رہے۔ ساڑھے تین بجے کے قریب نماز عصر کے تہیہ سے نیچے تشریف لائے اور ملازم سے مخاطب ہوکر فرمایا کیا امرود رکھے ہین گھر مین لے آؤ کہ کچالو بنا دیے جائین۔ یہ فرماکر خود پائخانہ تشریف لیگئے وہان سے نکلکر وضو کیلیے آستینین چڑھائین کہ دفعتًہ پاؤن مین کچھ تکلیف محسوس کی اور شمالی کمرہ مین جو نیب کے درخت کے متصل واقع ہے تشریف لیگئے اور تھوڑی دیر ٹہلتے رہے اُسکے بعد بیٹھکر پاؤن کو دباتے رہے اسکے بعد بیہوش ہوگئے جو ملازم وہان موجود تھا یعنے لیاقت نامی وہ گھبرا کر مولانا کو تنہا چھوڑکر ہم لوگون کو اطلاع دینے آیا اتنے مین مولانا کے

دادا کے وقت کے دوسرے ملازم میان ظہیر الدین کچا نو بیکر بہونچگئے اور مولانا کو ہوش مین لانیکی کوشش کی جو بے سود ہوئی۔ اتفاقی امر یہ تھا کہ مولوی الطاف الرحمن صاحب جو مولانا کی خدمت مین سفر و حضر خلوت و جلوت مین موجود رہتے تھے وہ حضرت گنج ایک ضرورت سے گئے ہوے تھے اور مین بھی ایک ضرورت سے سید احمد حسین صاحب کے یہان گیا ہوا تھا اور میرے منجھلے بھائی صاحب بھی پائیخانہ مین تھے۔ سب سے پہلے مولوی شفیع سلمہ بہونچے اور وہ مولانا کی حالت دیکھکر سخت مضطر اور بدحواس ہوگئے اور فوراً حکیم مولوی وہاج الحق صاحب کو بلانے گئے چند ہی منٹ کے بعد ہم سب لوگ بہونچگئے۔ اولاً خیال ہوا کہ شاید قلب کی حرکت رکی جاتی ہے اور قلبی تکلیف کیوجہ سے یہ بیہوشی ہے مگر فوراً ڈاکٹر عبد الحمید صاحب آگئے اور انھون نے بتایا کہ مولانا کو فالج اور وہ بھی سخت قسم کا ہے اب حکیم خواجہ کمال الدین صاحب اور حکیم عبد الحسیب صاحب دریا بادی بہونچگئے تھے انھون نے علاج شروع کیا۔ بعد مغرب حکیم عبد الحفیظ صاحب نے بھی دیکھا۔ عشا کے بعد مرض کے اشتداد کو دیکھتے ہوے ڈاکٹری علاج کا خیال ہوا۔ اور ڈاکٹر عبد الحمید صاحب اور ڈاکٹر حافظ حفیظ اللہ صاحب نے اپنی پوری کوششین اور توجہ علاج مین صرف کردین۔ مولانا کی علالت کی خبر بجلی کیطرح تمام شہر مین پھیلگئی اور اسیوقت سے عیادت کرنیوالون کا مجمع شروع ہوگیا۔ عیادت کرنے والون مین علما عوام امرا غربا مین سے ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ نواب صاحب چھتاری اور راجہ صاحب جہانگیر آباد اور دیگر رؤسا و وکلائے شہر اور تمام علمائے فرنگی محل و ندوۃ العلما اور مدرسہ فرقانیہ کے مدرسین و طلبہ غرضکہ ہر گروہ کے جوق جوق لوگ عیادت کے واسطے آتے تھے اور ہر کس و ناکس دست بدعا تھا کہ خدا مولانا کو شفائے عاجل عطا کرے۔ مسلمانون کے گھرونمین دو رات اور دن دعائین ہوئین ختم بخاری شریف صحت کے واسطے کیا گیا۔ معالجین نے اپنی انتہائی قابلیتین صرف کردین۔ دونون معالج ڈاکٹر صاحبان لکھنؤ کے مشہور قابل سول سرجن کرنیل ہنٹر کو مشورہ کیواسطے بلا لائے۔ اول دن تو موصوف نے کچھ اطمینان دلایا دوسرے دن انھون نے بالکل مایوسی کا اظہار کردیا۔ قطب میان صاحب کو مولانا کی علالت کا تار فوراً ہی دیا گیا تھا اور وہ اجمیر شریف سے روانہ ہوچکے تھے۔ ۴ رجب کو ۲ بجے کے قریب پلنگ پر مولانا کو انکے

جد امجد کے مکان مین جہان مولانا دن کو قیام پذیر رہتے تھے اُٹھا لائے۔ حالت لحظہ بلحظہ خراب ہوتی جاتی تھی اور لوگوں کا اضطراب مولانا کی حالت کو دیکھکر حد اعتدال سے متجاوز ہوتا جاتا تھا مغرب کے بعد سے نزع کی حالت شروع ہوگئی مگر بظاہر احساس درست معلوم ہوتا تھا کیونکہ اگر اتفاقاً ایسے وقت مین کوئی ایسا شخص پاس ہوتا جسکی ہیئت نامشروع ہوتی تو فوراً ادھر سے مُنھ پھیر لیتے۔ مولوی شفیع سلمہ کی ہیئت چونکہ قطب میانصاحب سے بہت مشابہ ہے اُنکے سامنے آنے پر غور سے ملاحظہ فرماتے۔ اگر ستر عورت کھلنے لگتا تو ابتدا مرض سے لیکر اسوقت تک برابر بائین ہاتھ سے لحاف کھینچکر ڈھانپ لیتے۔ بظاہر تمام آثار قرب وصال کے معلوم ہوتے تھے مگر غالبا قطب میانصاحب کا انتظار رہا۔ حضرت کی ہمشیر نے صاحبزادہ والا تبار حضرت میان شاہ سید ممتاز احمد صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ اسوقت بچونکو مولانا سے بیعت کرا دیجیے۔ ہمشیرہ صاحبہ کے اصرار پر حضرت میانصاحب موصوف نے جمال میان (حضرت مولانا کے صاحبزادے) اور محمد میان اور نور میان (حضرت کے نواسے اور قطب میانصاحب کے صاحبزادے) محمد رضا (ابن مولوی سخاوت اللہ سلمہا) محمد ہاشم (ابن مولوی صبغت اللہ سلمہا) محمد حیات (ابن مولوی محمد بقا صاحب) اور میرے بڑے لڑکے محمد حامد سلمہ کو مولانا سے دست بیع کر دیا۔ دعائین اور کلمات مقررہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کیطرف سے حضرت میانصاحب تبلیغا فرماتے تھے۔ آخر مین مین نے بھی اسیطرح تجدید بیعت کی۔ ۹ بجے کے قریب جناب قطب میانصاحب اجمیر شریف سے واپس پہونچے اور حضرت میانصاحب ممدوح نے مولانا سے پکار کر فرمایا کہ قطب میانصاحب آ گئے ہین۔ فوراً آنکھ کھولدی اور قطب میانصاحب کو سینہ سے چمٹا کر تین چار مرتبہ پشت پر تھپ تھپی دی اُسکے بعد حالت احتضار اپنی انتہائی حد کو پہونچگیا اور کرب و تکلیف سے مولانا بار بار کروٹین بدلنے لگے۔ یہ عجب امر تھا کہ باوجودیکہ فالج کا حملہ سخت تر تھا مگر ہاتھ پاؤن پر اُسکا اثر بہت کم اور دماغ پر بہت زیادہ تھا۔ مولانا نے باتباع سنت نبوی زیادتی کرب و تکلیف کو دیکھکر تمام حضار مجلس انتہائی کرب و تکلیف مین مبتلا تھے۔ تمام گھر آدمیون سے بھرا ہوا تھا۔ آخر حالت مین حضرت کی ہمشیر اور صاحبزادی اور بھتیجی اور دیگر اعزا نے آخری دیدار کی خواہش کی نہایت مشکل سے پردہ کرا گیا اور سب نے

آکر مولانا کا آخری دیدار کیا اور مولانا کی ہمشیرہ نے چند رخصتی کلمات کہے کہ جسکے سننے کے بعد حاضرین اعزہ کو یارائے ضبط باقی نہیں رہا۔ سب عورتیں واپس گئیں اور پھر لوگ مجتمع ہوگئے۔ سورہ یٰسین برابر شفیع سلمہ پڑھ رہے تھے۔ دوسرے حضرات اسم ذات پاک کی تلقین کر رہے تھے کہ گیارہ بجکر دس منٹ کے وقت جسد عنصری سے روح مبارک جدا ہوکر اعلیٰ علیین کو پہونچی انا للہ و انا الیہ راجعون ذالک تقدیر العزیز العلیم۔ انتقال سہ شنبہ ۴ رجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۲۶ء گذر کر شب کو ۱۱ بجکر ۱۰ منٹ پر ہوا۔ لوگوں کو تاکید کیجا رہی تھی کہ زور سے نہ روئیں مگر باوجود سسکیوں کے تمام گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ اُسیوقت تمام شہر میں اسطرح اطلاع ہوگئی کہ رات کی تاریکی میں ایک دردمند مسلمان شہر کی گلیوں میں پکارتا پھرتا تھا کہ لوگو! آج ہندوستان کا چراغ گل ہوگیا مولانا عبد الباری کا انتقال ہوگیا۔ لوگ گھروں سے کوٹھے کھول کھولکر دریافت واقعہ کرتے تھے اور جو سُنتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسی کے یہاں غمی ہوئی ہے۔ حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی درگاہ شریف میں اُسدن بسنت تھا جیسے ہی وہاں اطلاع ہوئی قوالی اور دیگر مراسم موقوف کردیے گئے۔ مولانا نے اپنی قبر کے واسطے اپنے بڑے بھائی کی قبر کے پاس جگہ پسند فرمائی تھی وہیں رات بھر میں قبر تیار ہوئی۔ بعد فجر اسی مقام پر اور اُنھیں تختوں پر جنپر حضرت کے جد امجد اور والد ماجد اور برادر معظم کو غسل دیا گیا تھا۔ سابق دستور کے مطابق سات مشکیزوں سے غسل دیا گیا۔ جناب قطب میاں صاحب اور مولانا عبد الہادی صاحب مولانا سلامت اللہ صاحب مولوی عبد القادر مولوی صبغت اللہ متکفل غسل تھے۔ غسل کے بعد کفن اُس پارچہ کا دیا گیا جو مولانا ہمیشہ اپنے ساتھ امید شہادت پر کفن کے واسطے رکھتے تھے یہ پارچہ آب زمزم سے تر کیا ہوا مولانا کے احرام کا تھا بعد تکفین وہ عمامہ جو صاحبزادگان اجمیر شریف نے حضرت خواجۂ خواجگان سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ وعلی جدہ وعلیہ التحیۃ والسلام کے مزار پاک سے لگا کر حضرت مولانا کے سرہانے رکھنے کیواسطے قطب میاں صاحب کو اجمیر شریف سے چلتے وقت دیا تھا مولانا کے سر اقدس پر آپکے جد امجد اور فخر المتاخرین حضرت مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہما کی اتباع میں باندھ دیا گیا۔ بخدائے لایزال ہمنے موت کے بعد اسقدر حسن و جمال و نور کسی کے چہرہ پر

برستے ہوئے ہمین دیکھا جو مولانا کے چہرہ اقدس سے ظاہر ہو رہا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا عمامہ باندھے ہوئے خواب راحت مین مصروف ہین۔ عمامہ کی ہیئت بعینہٖ حالت حیات ہی کی ایسی تھی۔ جب چہرۂ اقدس بند کیا جانے لگا تو مین نے اور قطب میانصاحب نے باتباع سنت نبوی و سنت صدیقی چہرۂ اقدس پر بوسہ دیا اسکے بعد نعش مبارک مکان کے مغربی چھوٹے دروازہ سے دست بدست باہر لاکر اُس چارپائی پر رکھدی گئی جسپر حضرت کے جدامجد اور والد ماجد کی نعش قبرستان تک گئی تھی اور چونکہ اُسکے باندھ جابجا سے ٹوٹ گئے تھے اسلیے مولانا نے اُسکو باندھ سمیت نوار سے بنوا دیا تھا۔ ہانسے چند منٹ کے بعد جنازہ اُٹھاکر کنوین کے سامنے مولانا انوارالحق قدس سرہ کے کمرہ (بڑا کمرہ) کے جنوب جانب رکھدیا گیا کیونکہ قطب میانصاحب غسل کرنے چلے گئے تھے اسوقت تمام فرنگی محل دریا چہ والی گلی آدمیون سے پٹی پڑی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب قطب میانصاحب آگئے اور جنازہ اُٹھاکر لیجانے لگے تو ایک شخص نے بیتابانہ کنوین پر چڑھکر پڑھنا شروع کیا۔

اے تماشاگاہ عالم روئے تو … تو کجا بہر تماشا میروی

اسوقت تمام مجمع مین ایسا سخت کہرام اور تلاطم پیدا ہوگیا کہ وہ تحریر مین نہین آسکتا۔ جنازہ پل فرنگی محل تک بڑی دقتون سے پہونچا اور اب مجمع برابر بڑھتا جاتا تھا جسمین شیعہ سنی ہندو امرا حکام اعیان شہر اور عوام سب ہی شامل تھے باوجود تین تین اور چار چار حلقون کے لوگ الہانہ جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ عورتین کوٹھون پر کھڑی ہوئی زار و قطار رو رہی تھین۔ علمائے فریقین مشایعت جنازہ کر رہے تھے اس حالت سے جنازہ مزار حضرت مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہ العزیز تک پہونچا اور پہلے مزار شریف کے روبرو اور اُسکے بعد کثرت مجمع کیوجہ سے مڈیکل کالج کی دیوار سے متصل جنازہ رکھا گیا اور جناب قطب میانصاحب کی امامت مین تقریباً بیس ہزار آدمیون نے نماز جنازہ ادا کی اسکے بعد جنازہ ہمارے خاندانی قبرستان باغ مولانا انوارالحق قدس سرہ کیطرف روانہ ہوا۔ اور اب لوگ ہر طرف سے آآکر شریک جنازہ ہونے لگے۔ مزار شریف حضرت مخدوم قدس سرہ سے باغ تک انسانون کا سمندر موجین مارتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ جنازہ ہجوم مین دکھائی نہین پڑتا تھا لوگونے اوپر کی چادر تبرک کے

خیال سے پارہ پارہ کرکے دو دو انگل کی چپٹ تقسیم کرلی۔ بہت لوگ درختونپر چڑھے ہوے جنازہ کی
زیارت کررہے تھے۔ اس ہجوم مین سیکڑون آدمیونکی جوتیان اور چھڑیان اور چھتریان چھوٹ گئین
جو بعد کو کسی شخص نے جمع کرکے باغ کے سامنے والی سڑک پر جمع کردین اور لوگ اپنی اپنی اشیا پہچانکر
لیگئے۔ زوال کے بعد جنازہ باغ کے سامنے پہونچا اور مشرقی دروازہ کے متصل سڑک پر رکھا گیا۔ وہان
دوبارہ حکیم حافظ حاجی مولوی محمد اسحق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس نماز مین بھی دس ہزار کے قریب
آدمی شریک تھے۔ نماز ظہر کے بعد جنازہ کو باغ کے اندر لانیکی تجویز ہوئی ہجوم کے باعث جنازہ کا اندر آنا
سخت مشکل تھا۔ بڑی مشکل سے دیوار احاطہ کے اوپر سے جنازہ ہاتھونپر لیا گیا اور جناب قطب میان صاحب نصف
اور مولانا سلامت اللہ صاحب اور مولوی عبد القادر اور مولوی صبغت اللہ سلمہما اور مولانا عبد الہادی
صاحب نے نعش مبارک کو سپرد خاک کیا۔ وہ پلنگ جسپر جنازہ لایا گیا تھا بالکل ٹوٹ گیا تھا اور لوگون نے
چاقوون سے کاٹ کاٹ کر اسکی نواڑ تقسیم کرلی تھی۔ پایے کی کچھ لکڑی بھی ٹوٹ گئی تھی وہ بھی لوگ
لیگئے پٹیان اور سیرے اور ٹوٹے ہوے پایے بچکر گھر آئے جو پھر جوڑ کر محفوظ رکھا گیا ہے۔ قریب ۲ بجے
بعد دوپہر کے ۵ رجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۲۶ء روز چہارشنبہ کو دفن واقع ہوا۔ مٹی
دینے کیلیے لوگ شب تک آتے رہے۔ ہم سب اس آفتاب علم و عمل اس آسمان عزت و اقبال کو خاک مین
چھپا کر ۲½ بجے کے بعد گھر واپس ہوے۔ اسدن لکھنؤ کے تمام مدارس اسلامیہ شیعہ کالج ندوہ مدرسہ فرقانیہ
وغیرہ مین (سوائے مولوی عبد الحمید صاحب کے مدرسہ کے) تعطیل دیدیگئی تھی میونسپل سکول بند تھے۔ سرکاری
عدالتون مین مسلمانونکو شرکت جنازہ کی اجازت دیدیگئی تھی۔ ریلوے ورکشاپ کے مسلمان کاریگرونکو بھی اجازت
دیدیگئی تھی۔ ترکاری منڈی بند کردیگئی تھی۔ دفن کے بعد ہی سے مختلف گروہون نے قرآن خوانی کا
سلسلہ شروع کردیا تھا۔ دوسرے اور تیسرے دن مدرسہ عالیہ نظامیہ مین قرآن خوانی ہوئی شہر مین بروز سیوم
سات آٹھ جگہ قرآن خوانی کیگئی۔ اسیدن سے اور تقریباً دس بارہ دن تک مختلف اطراف ہند سے برابر
پیام ہاے تعزیت اور اطلاعات قرآن خوانی آتے رہے۔ تمام اخبارات نے خاص تعزیتی مضامین اپنے
اپنے اخبارون مین شائع کیے۔ ہمدم اور حقیقت تو مقامی اخبار تھے جنھون نے تین یوم تک اپنی طرف سے
اور تقریباً یک ماہ تک تاریخ وار اطلاعات درج کیے، انکے علاوہ وکیل۔ سیاست۔ سچ۔ ہمدرد۔ خلافت
پیسہ اخبار۔ ذو القرنین۔ سیف الاسلام۔ معارف۔ الجمعیۃ۔ ریاست۔

جتنے زمیندار اخبار تک نے حسرت و افسوس کے مضامین شائع کیے۔ تمام اسلامی انجمنون (مسلم لیگ شیعہ کانفرنس خلافت کمیٹی جمعیۃ العلما تنظیم کانفرنس انجمن تبلیغ مدارس کی اسلامی انجمنین) سب نے تعزیتی رزدلیوشن پاس کیے اور بالاتفاق تمام اخبارون اور انجمنون نے مولانا کی وفات کو ایک قومی اور مذہبی مصیبت قرار دیا۔ گاندھی جی اور تمام لیڈرون نے تعزیتی تار اظہار ہمدردی کیلیے روانہ کیے افریقہ اور فرانس سے مسلمانون نے تار بھیجے۔ امام جماعت احمدیہ نے بھی خاصکر تار ہمدردی کا بھیجا علماے دیوبند علماے بریلی علماے بدایون علماے اہل تشیع نے بذریعہ تار مطلع کیا کہ مولانا کی وفات کی اطلاع پر اُنکے مدرسو مین تعطیل دیدیگیی اور ختم قرآن شریف کیا گیا۔ اعلیحضرت فرمانروا ے رامپور اور عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر نے بھی تعزیتی تار ارسال کیے اور شعبان کے اوسط عشرہ مین اعلیحضرت فرمانرواے رامپور خود بنفس نفیس تعزیت کے واسطے بھی تشریف لاے۔ رسم سیوم چونکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات مین موقوف کرچکے تھے اسلیے وہ باقاعدہ ادا نہین کیگیی۔ مدرسہ عالیہ نظامیہ کیجانب سے قرآن خوانی ہوئی اور ۸ بجے کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مردانہ مکان مین قل ہوا۔ تمام مکان حاضرین سے پر تھا اور بہانک تک لوگ ٹھسے ہوے کھڑے تھے۔ جناب مولانا ناصر حسین صاحب قبلہ اور جناب ابن حسن صاحب قبلہ مجتہدین لکھنؤ بھی قل کے وقت تشریف رکھتے تھے۔ بھائی محمد علی صاحب (جو دہلی سے وفات کی اطلاع پاتے ہی دوسرے ہی دن لکھنؤ آگئے تھے) شریک تھے۔ بعد قل حسب دستور خاندانی متوسلین و مریدین خاندانی نے جناب قطب میاں صاحب قبلہ کو نذرین گذارین جنکو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مین اپنا جانشین نامزد فرمادیا تھا سب سے پہلے مولانا سلامت اللہ صاحب نے اور اُنکے بعد مولانا محمد علی صاحب نے اپنی اور اپنے غیرحاضر بھائی مولانا شوکت علی کیجانب سے اور بعد کو تمام متوسلین نے نذرین دین اسکے بعد نواب بڈھن صاحب فرہاد نے تعزیتی قصیدہ پڑھا۔ جسنے حاضرین کے دلونکو تڑپا دیا اور لوگ زار و قطار رونے لگے۔

مولانا سلامت اللہ صاحب نے حضرت مولانا کے وصیت نامہ کی پہلی دفعہ جسمین مولانا نے تمام لوگونسے اپنی غلطیونکی معافی کی استدعا فرمائی تھی پڑھی۔ اسکے بعد مہمانون کو کھانا کھلایا گیا۔ یہ مختصر کیفیت اُن مراسم اور واقعات کی ہی جو مولانا کی وفات سے متعلق ہین۔ صرف ایک امر لکھنے کے قابل باقی رہگیا ہی وہ یہ ہی کہ مولانا کی مختصر علالت مین گو سب ہی خدمت کرنیوالے تھے مگر زیادہ تر مولوی

عبد القادر اور مولوی صبغت اللہ سلمہا اور مولوی عبد الہادی صاحب اور مولوی سلامت اللہ صاحب اور شیخ احسان الرحمن صاحب اور شیخ الطاف الرحمن صاحب حاضر خدمت رہے۔ اور ان سب سے زائد جس اخلاص و محبت سے صاحبزادۂ عالی نسب حضرت مخدوم و محترم میاں شیخ ممتاز احمد صاحب قبلہ بانسوی نے تیمارداری فرمائی ہے سچ یہ ہے کہ اس مخدوم ذات کا شکریہ ہم متوسلین سے ادا ہی نہین ہو سکتا۔ حضرت میانصاحب قبلہ ہی معالجہ کے متعلق تمام امور کے واحد متکفل تھے اور مولانا بھی باوجود ظاہری غفلت کے سوائے حضرت میانصاحب موصوف کے کسی دوسرے کے ہاتھ سے دوا یا کوئی چیز نوش نہین فرماتے تھے۔

مولانا کا پہلا عقد ۱۳۰۵ھ مین منشی بہاء الدین حیدر صاحب بن منشی عزیز الدین حیدر صاحب کاکوروی کی صاحبزادی سے ہوا۔ ان بیوی صاحبہ کی والدہ اور مولانا کی والدہ چچازاد بہنین تھین بیوی صاحبہ کے نانا مولوی احمد حسین بن ملک العلما ملا حیدر تھے یہ بیوی صاحبہ مولانا کو نہایت محبوب تھین۔ ان بیوی صاحبہ سے ایک صاحبزادہ حافظ الدین عبد الکافی ۱۳۰۶ھ مین پیدا ہوے انکی ولادت کے سلسلہ مین بیوی صاحبہ علیل ہوئین اور اسی سال انتقال کر گئین۔ چند یوم کے بعد ۱۳۱۶ھ مین ان صاحبزادہ کا بھی انتقال ہو گیا غالبا ۱۳۱۱ھ مین مولانا کا دوسرا عقد محلہ دو گانوان کے شیوخ بجنور مین شیخ سید محفوظ علی نقوی کی صاحبزادی سے ہوا جنسے ۱۷-۱۸ اولادین ہوئین جنمین سے اکثر مردہ اور بعض زندہ پیدا ہوئین جو بعد کو انتقال کر گئین صرف دو صاحبزادیان اور ایک صاحبزادہ جمال الدین محمد عبد الوہاب (جو مولانا کی آخر عمر مین ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو پیدا ہوے ہین) زندہ بچے۔ بڑی صاحبزادی جو حسن سیرت و صورت مین اپنے والد ماجد کی نظیر تھین۔ مولانا کے بھتیجے اور جانشین جناب قطب میانصاحب کو منسوب ہوئین جنسے دو صاحبزادے محمد سعید عبد الرزاق معروف بہ محمد میان اور محمد نور عبد العلی معروف بہ نور میان پیدا ہوے۔ ان صاحبزادی کا عین شباب مین ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ کو انتقال ہو گیا۔ جنکے انتقال کے بعد مولانا نے خود بہ اصرار جناب قطب میانصاحب کا عقد ثانی میری بھتیجی دختر مولوی سلامت اللہ صاحب کے ساتھ کر دیا جنسے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے جو اسی سال ۱۴ محرم ۱۳۴۰ھ کو پیدا ہوے ہین جو ابتک موجود ہین۔ مولانا کی دوسری صاحبزادی کا عقد مولانا کی وفات سے ایک سال بعد

عہ ان صاحبزادہ کا نام جلال الدین عبد المبین رکھا گیا ہے

عہ محمد میاں ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ مین اور نور میان ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مین پیدا ہوے ہین۔

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو مولوی حکیم معراج الحق صاحب ابن جناب حکیم مولوی حافظ وہاج الحق کے ساتھ ہوا۔ ابھی تک کوئی اولاد نہین ہوئی ہے۔ مولانا کے صاحبزادہ جمال میان کہلاتے ہین اور مولانا کی ذکاوت اور ذہانت کا اثر اُنکے چہرہ پر نمایان ہے مدرسہ عالیہ نظامیہ مین قرآن شریف حفظ کر رہے ہین نصف کے قریب حفظ کر چکے ہین۔ مولانا کے نواسے محمد میان اور نور میان دونون قرآن شریف حفظ کر چکے ہین اور ابتدائی کتب عربیہ مدرسہ نظامیہ مین پڑھ رہے ہین۔ خدا ان سب کو انکے اجداد کے علوم کا وارث بنائے۔

بنائی مزار سنگ مرمر و مسہری وغیرہ

مولانا کے دفن کے بعد ہی مزار شریف حسب رواج پختہ بنایا گیا تھا وفات شریف کے بعد ہی سنگ مرمر کا مزار اور اُسی کی مسہری بنانیکا خیال تھا۔ چنانچہ چھ ماہ کے بعد مزار شریف مع آپ کے برادر معظم کے مزار کے اور ایک چھوٹے مزار کے جو حضرت مولانا عبدالوالی قدس سرہ کے صاحبزادہ کا ہے (یہ تینون مزار) سنگ مرمر کے بنوا دیے گئے اور ان تینون مزار و نیز ایک خوشنما مسہری بنوا دی گئی۔ ان دونون کے مصارف صاحبزادگان ذی الاقتدار حضرت میان ناظم علی صاحب بانسوی وکیل حیدرآباد اور حضرت میان سجاد حسین صاحب بانسوی تحصیلدار بہرائچ نے ادا فرمائے۔ مزار شریف پر زرین چادر شیخ احسان الرحمن صاحب بیرسٹر نے چڑھائی۔ اور اسپر برتی چادر شیخ سعید الرحمن صاحب نے چڑھایا۔ عرس کے مصارف عالیجناب انی قمر زمانی بیگم صاحبہ انی ناناپارہ اور مولوی عطاف الرحمن اور شیخ احسان الرحمن صاحب بیرسٹر نے اپنے ذمہ لئے ہیں مولانا کے والد ماجد کے عرس کیطرح مولانا کا عرس بھی یوم وصال سے ہٹا کر مولانا کے جد امجد اور والد ماجد کے عرس کیساتھ ملا دیا گیا یعنے ۲۰ صفر کو مقرر کیا گیا۔ چالیسوین کا فاتحہ ۲۳ شعبان کو حضرت مولانا عبدالوالی قدس سرہ کیساتھ کیا گیا۔ اب بروز وصال گھر پر فاتحہ ہوتا ہے جسمین تقسیم شیرینی مولوی صبغت اللہ صاحب سلمہ کیطرف سے اور تقسیم چادر ظفر الحسن صاحب وکیل کیطرف سے اور تقسیم دال روٹی قاضی حمید الدین صاحب ترکمی کیطرف سے ہوتی ہے۔

مولانا کے مریدین

مولانا کے مریدین کی بھی فہرست تلامذہ کیطرح نہین ہے نہ انکا کوئی رجسٹر کبھی مولانا یا اُنکے خاندان مین رکھنے کا دستور رہا اسلیئے صحیح شمار بتانا ناممکن ہے البتہ کم از کم جو تخمینہ کیا جا سکتا ہے اسکی تعداد سیکڑون تک پہونچتی ہے۔ جنمین مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی سے لیکر خاکسار تک داخل ہے۔ جن حضرات کو مولانا نے اجازت ارشاد بھی عطا کی تھی اُنکی تعداد بھی ایک درجن سے زائد ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ مولانا کا حقیقی مجاز وہی ہے جو مولانا سے توسل کو

عرس کا [illegible] صاحبزادہ [illegible] ربیع الاول [illegible] بعد انتقال [illegible] ہوگیا

اپنے لیے باعث صد افتخار سمجھتا ہو اور جنے اُنکے طریقہ پر چلنا اور اُنکی اتباع کرنا اپنے لیے دلیل رہ سمجھا ہو

وصال کی قطعات تاریخ

مولانا کے وصال پر بلا مبالغہ سینکڑون تاریخین کہی گئی ہین اور نواب بڈھن صاحب نے رہا دنے فارسی اور اردو مین نہایت خوب اور دردناک قصیدہ کہاہی یہ قصائد مع مولانا نذیر احمد خجندی کی تاریخون کے تواریخ وصال کے نام سے شائع ہو چکے ہین۔ مولوی روح اللہ صاحب فرنگی محلی کے قطعات تذکرہ علمائے فرنگی محل مین درج ہین دو قطعات ذرج ذیل ہین

(نتیجۂ فکر جناب شیخ فضل الرحمٰن صاحب وکیل بارہ بنکی)

وحید زمان عبد باری شدہ — زدنیائے فانی بخلد برین

سن رحلتش آمدہ جاہ او — در آغوش الطاف باری ہین

۱۹۲۶ء

(نتیجۂ فکر محمد اسد حسن انصاری فرنگی محل۔ لکھنؤ)

درس و تدریس شریعت ختم شد — رفت چون سالار عالم در بہشت

۱۳۴۴ھ — ۱۳۴۴ھ

شد روانہ عرض کردم باادب — طوطی گلزار عالم در بہشت

۱۳۴۴ — ۱۳۴۴

مجلس اشاعت العلوم

مولانا کی وفات کے بعد ہی مولانا کے خاص متوسلین کا خیال تھا کہ مولانا کی کوئی علمی یادگار قائم کرنا چاہیے۔ بعد مبادلہ خیالات کے سب سے بہتر یہ صورت معلوم ہوئی کہ اولاً مدرسہ عالیہ نظامیہ کی بنیادونکو مستحکم کرنا چاہیے جو مولانا کی سب سے بڑی علمی یادگار ہی اور اسکے ساتھ ہی مولانا کے مصنفات کو شائع کرنے کا انتظام کرنا چاہیے اس بنا پر رائے ہوئی کہ ایک پریس تجارتی اصول پر قائم کیا جائے جسکے منافع کے ایک حصہ سے مدرسہ عالیہ نظامیہ کی مدد کیجائے اور کچھ حصہ سے مولانا کے مولفات اور سوانحعمری نیز دیگر علمائے فرنگی محل کی مفید تالیفات طبع کرائی جائین۔ اسکے واسطے سرمایہ فراہم کیا گیا اور حسب ذیل حضرات نے رقوم ذیل مرحمت کین۔

اعلیحضرت فرمانروائے رامپور بالقابہ	۵۰۰۰	پانچہزار روپیہ
عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر بالقابہ	۵۰۰	پانچسو روپیہ

عالیجناب راجہ صاحب نانپارہ بالقابہ	۳۰۰۰ تین ہزار روپیہ
عالیجناب راجہ اعجاز رسول خانصاحب جہانگیر آباد	۲۰۰۰ دوہزار روپیہ
عالیجناب شاہ میان سجاد حسین صاحب قبلہ رزاقی	۵۰۰ پانچسو روپیہ
جناب مولوی سید حیات الحسن صاحب جج اورنگ آباد	۲۰۰ دوسو روپیہ
جناب قاضی وحید الدین محمد صاحب رئیس سترکھ	۱۰۰ سو روپیہ
جناب حافظ شیخ بشیر الرحمن صاحب رئیس بڑاگاؤن	۵۰ پچاس روپیہ
نواب نصیر جنگ مولوی ظہور اللہ صاحب ساکن حیدرآباد	۱۰۰ سو روپیہ

اس یادگار کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا جسکے سکریٹری مولانا سلامت اللہ صاحب مقرر ہوئے تقریباً ۵ سال تک موصوف نے کام کیا۔ اُنکی علالت کے بعد سے مولوی الطاف الرحمن اُسکے انتظامات اور خدمات سکریٹری انجام دے رہے ہین۔ یہ مولانا کے حالات مین چند مختصر جملے ہین مکمل سوانحعمری تیار ہو رہی ہے۔ جو انشاء اللہ جلد شائع ہوگی واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین

یہ رسالہ چار نشستون مین تقریباً آٹھ گھنٹون مین تحریر ہوا ہے۔ ختم اس
رسالہ کا ۱۵ ر محرم ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۴ ر جون ۱۹۲۹ء
روز دوشنبہ کو ہوا۔ اور ابتدا
۱۲ ر محرم کو ہوئی تھی۔

فقط

فقیر محمد عنایت اللہ غفرلہ اللہ